

پیشرس

زیر بحث ہے اس کتب کا اشتہار جو "علامہ دہشت ناک" میں شائع ہوا تھا اور اس بحث میں پڑنے سے پہلے یہ عرض کروں کہ... "فرشتے کا دشمن" پورے اشتہار پر محیط نہیں ہے۔ وجہ ظاہر ہے! کہانی پھیلاؤ اختیار کر گئی ہے، اس حد تک کہ ایک عدد خاص نمبر کا مطالبہ کر رہی ہے۔ عام شہرے سے کام نہیں چلے گا۔ لہذا انکا جملہ خاص نمبر کی صورت میں پیش کروں گا۔

بہت دنوں بعد ایک ایسا کردار ہاتھ لگا ہے جس سے فوراً ہی پیچھا چھڑا لینے کو دل نہیں چاہتا... ایسی ہی خواہش کا اظہار زیادہ تر پڑھنے والوں کی طرف سے بھی ہوا ہے۔ یعنی علامہ کو مختصر مدت میں پختہ دینے سے گریز کیا جائے۔ ہاں تو اشتہار کی اس "قلبی" کی طرف بہتوں نے توجہ دلائی ہے کہ غیث کا اظہار درست نہیں ہے۔ پروف ریڈر نے اسے "خمس" ہی رہنے دیا ہے اظہار کتابت کی اصلاح نہیں فرمائی۔

بھائی! آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ "غیث" ایک آپ میں بھی ہو سکتا ہے۔ آخر ایک بڑا سرو کہانی کا اشتہار تھا۔ آپ نے یہ

کیوں نہیں سوچا کہ "غیث" یہ چاہتا ہے کہ اس پر "خمس" کا حوالہ ہو۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ "غیث" کو "خمس" سے لکھ دیا گیا ہے بلکہ یہ گمان گزرتا ہے کہ کہیں "خمس" کے نکتے اور شوشے بے ترتیب نہ ہو گئے ہوں۔ بعض غیث بھی چاہتے ہیں کہ انہیں "خمس" سمجھا جائے۔ (خدا کرے آپ راقم الحروف کو "خمس" نہ سمجھتے ہوں)۔

اب آئیے ایک خاص قسم کے خط کی طرف ایک "ایم۔ اے۔" بھائی نے "علامہ دہشت ناک" میں عمران کے ایک مکالمے کو میرے نظریات کی تبدیلی پر محمول کیا ہے۔ عمران... عمران ہے جناب! ایک ایسی لڑکی کو ڈھب پر لانا چاہتا تھا جو اس کی ہم مسلک نہیں ہے۔ لہذا اس کے دل بھی کھرا ہو سکتا ہے۔ وہ عمران کے جملے ہیں۔ امن صفی کے نہیں۔ میں نے کردار نگاری اور اظہار واقعیت کا حق ہوا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مصنف اپنے ذاتی نظریات سے لائق ہو جائے۔ ویسے کوئی بھی اس اٹل حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ نظریات کا... اختلاف ہی دو افراد کے درمیان دایرہ بنتا ہے اور نظریات کے بغیر زندگی بسر کرنا بھی مشکل۔ نظریات نہ ہوتے تو یہ دنیا آج بھی جھل ہوتی۔ لہذا میری طرف سے دل صاف کیجئے اور ناول کو ناول ہی رہنے دیجئے!!

والسلام

ایضاً

۱۹۷۶ء

جس خیمے کے حویلی پر وہ چڑھ چلا ہوئی۔ پھر انہیں وہاں آنا پڑا تھا۔
وہ اب بھی پہلے ہی جیسے نرم دل اور نیک طبیعت تھے۔ تعلیم نے وسیع افکاری بھی عطا
کر دی تھی اور وہ قہیے کے دوسرے افراد کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کسی کو ان کی مدد کی ضرورت
پڑتی تو انہیں داسے داسے قدر سے نئے ہر طرح چار پاس قہیے والوں کا خیال تھا کہ شیاطین کے
... یہاں ایک فرشتہ اچھا لگتا اور شیاطین اٹھائے گئے۔

یہاں تو قیر محمد صاحب سے بھی مصوم سمجھے جاتے تھے۔ آنکھوں میں ہلکی سی تیزی تھی۔ اور لہجے
میں اتنی مٹھاس تھی کہ بس دلوں پر چڑھنے والے سننے لگتے رہیں۔

موجودہ فکرانوں میں بھی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر ان پارٹی کے ایک
مہتمم کا کہنا بھی تھا۔ اور اپنے خلیق کی شان میں چیز میں کا عہدہ رکھتے تھے۔ اور صحیح معنوں میں
ان پر عوام کا خدوم ہونا مصلوق آتا تھا۔ حویلی کی رہائش ترک کر دی تھی۔ انہیں کمروں کے ایک
پہلو سے مکان میں ایک ملازم کے ساتھ قیام پزیر تھے۔

انہیں اعتراف تھا کہ ان کے اچھوتے لوگ نہیں تھے۔ اسی لئے شادی نہیں کی تھی کہ اس
نسل کو اپنی ہی ذات پر فخر کر دینا چاہتے تھے۔ ... مکمل کر کے تھے جو سکا ہے ان کی اولاد اچھوتی
لگے گی ظالمانہ و ظلمات لگے گی پیدا ہو۔ لہذا خطرہ مول لینے سے کیا قاعدہ۔

جو کہ ایسے بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ خاندان میں پہلے درجہ اساتذہ کے حصے سے وہاں
صاحب کج خلق نہیں رہ گئے۔ ورنہ صاحب کے بچے صاحب ہی ہوتے ہیں۔

جذبات خدس خلق کا یہ عالم تھا کہ بارشوں میں بھیجتے پھرتے تھے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ قہیے
کے کسی مکان کو بارش سے نقصان تو نہیں پہنچا۔ کسی کو ان کی مدد کی ضرورت تو نہیں۔ ان کے
... میں کو ایک ملک کے خوش قسمت ترین حوالہ میں سے تھے۔ ان کی حالت سدھر گئی تھی
کئی خوشحال ہو گئے تھے۔ یہاں صاحب نے پشت پائنت سے چلے آنے والے سارے خرچے
مٹھ کر دیے تھے۔ اپنے کارندوں کو سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ ان کی زمین پر بسنے والوں
سے سب گارنٹی جائے۔ ... اگر تیس قورالوا کی جائیں۔ ...

پھر مال وہ بھی خوش تھے۔ اور قہیے والے بھی کہ اچانک قصبہ جہرام میں سوشیالونی کی
ظاہرات کا ایک گروپ فیلڈ ورک کے لئے وارد ہوا جس کی میزبانی کے فرائض یہاں صاحب ہی کو



یہاں تو قیر محمد جہرام خوش حال چاند زیب اور صحت مند آدمی تھے۔ اعراس میں اور چائیں
کے درمیان رہی ہوگی۔ خلیق اس پر کے بڑے ذمہ دار تھے۔ لیکن خجائے قہیے
جہرام کی سب سے بڑی فکر نما عمارت میں بالکل تھا۔ ... کو ملازمین کی بہتات تھی۔ لیکن
تجائی جو خون کے رشتوں سے باطنی لگاؤ کی بنا پر ریشہ ہوتی ہے یہ دستور پر قورالوا رہتی تھی۔

بحری بڑی حویلی چند ملک کے اندر اندر ویران ہو گئی تھی۔ ... سارے افراد کسی نہ کسی اور ملک
چلا ہوئے تھے۔ عجیب وہاں تھی کہ صرف یہاں صاحب کے افراد خاندان کو چٹ کر گئی تھی۔
تو کوئی ملازم اس کی لپیٹ میں آیا تھا ورنہ قہیے ہی کا کوئی فرد۔

شاید یہاں تو قیر محمد اس لئے مقور رہے تھے کہ ان دونوں ان کا قیام اس حویلی میں نہیں تھا
بلکہ ہی میں نہیں تھے اب کے میں مقیم تھے۔

اور جہرام کے باشندے اسے خدا کا قہر سمجھتے تھے جو بلا غرض اس خاندان پر نازل ہو گیا
تھا۔ ... اسنے خاتم لوگ تھے اس حویلی کے کہیں کہ ان کے مقام کی داستان بھی صرف ہر گوشوں
میں بیان کی جاتی تھی۔ قہیے میں کون تھا وہ ان کے آگے سر اٹھا سکا۔ حویلی کے کہیں قہیے کی بیہ
آہلی کو اپنی رعایا سمجھتے تھے۔

وہ ملک تھے اس قہیے کے اطاعت کا تھانہ اور بھی ان سے آنکھیں ملا کر کھٹکتی نہیں کر سکتا تھا۔
لیکن یہاں تو قیر محمد ابتدا ہی سے نیک دل اور خدا ترس تھے۔ شاید اسی لئے ہوش سنبھالنے
کے بعد سے جہرام میں کبھی نہیں گئے تھے۔ اور پورے شہر میں مقیم رہ کر میٹرک تک تعلیم حاصل
کی تھی اور پھر یہ دن ملک نکل بھاگے تھے۔ بقیہ تعلیم پورے میں رہ کر مکمل کی تھی۔ اور ابھی

لو اکر نے تھے۔

گروپ کی انٹرکمز ایک خاصی دل کش عورت تھی۔ عمر بچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ گدڑ جسم اور نشانی آنکھوں والی تھی۔

یہ نہیں کیوں اس پر نظر پڑتے ہی میاں صاحب کو چاہ پائل کے فرشتے یا آگے تھے حالانکہ اس کا نام زہرہ نہیں تھا۔ فرحانہ جاوید کہلاتی تھی۔

”کچھ بھی رہی ہو لیکن کیا ضروری تھا کہ میاں صاحب کی ذات میں شدت سے دل بھی لپٹنے لگتی۔ میاں صاحب جب بھی اس کی طرف متوجہ ہوتے۔ اسے اپنی ہی بات بھر کر پاتے اور دیکھنے کا درد ہوتا ہو جیسے سو جان سے من پر فدا ہو جائے گی۔“

میاں صاحب نے کئی سال پہلے کے دور یورپ کے دوسرے ممالک میں گزروے تھے عورت من کے لئے کوئی بھریہ نہیں تھی۔ ہر چہ کہ عکاسی کی جڑ کرتے رہے تھے۔ لیکن بہر حال علف قسم کی خواتین میں انساں بنتا بھی رہا تھا۔ لیکن یہ عورت... لاندہ جانے کیوں من کے حواس پر پھلتی بدی تھی۔

میاں صاحب نے اس گروپ کے قیام کا انتظام حویلی میں کیا تھا۔ لیکن من کے ساتھ خود بھی وہیں منتقل نہیں ہو گئے تھے۔ مہمانوں کو اس پر حیرت تھی کہ میاں صاحب اتنی شاندار اور آرام دل حویلی کو خیر بد کہہ کر ایک معمولی سے مکان میں کیوں جا بیٹھے ہیں۔

”مجھے عام آدمیوں کی طرح زندگی بسر کرنا پسند ہے۔“ انہوں نے فرحانہ جاوید کے استفسار کے جواب میں کہا تھا۔

”آپ حیرت انگیز ہیں جناب۔“

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔“ میاں صاحب شرما کر بولے تھے اور وہ قربان ہو جانے والے انداز میں ان کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

فلپز ورک کے دوران میں اس گروپ نے خصوصیت سے میاں صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اور نہ جانے کیوں فرحانہ جاوید نے فلپز ورک کی مدت ایک ہفتہ سے بڑھا کر دس چوم کر دی تھی۔

فرحانہ جاوید سوشلائٹی کی پیگور تھی اور وہ سب اس کی طالبات تھیں۔ لہذا اس کو پروگرام

میں ردوبدل کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ اس نے پروگرام میں اس تبدیلی کی اطلاع دی تو وہ غیر شعوری طور پر کھل اٹھے۔

”مجھے خوشی ہے کہ آپ کی میزبانی کا شرف کچھ دن اور حاصل رہے گا۔“ انہوں نے کہا۔

”میں تو سوچ رہی تھی کہ خود کو کونسا لوگ آپ پر بار ہے ہوئے ہیں۔“

”ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ کہہ کر آپ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں۔“

”آپ اچھی عظیم ہیں۔“

”کہہ نہیں... اس عظیم کائنات کا ایک حقیر ترین ذرہ۔“

”کھل زمین انسان۔“ فرحانہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی اور میاں صاحب کے دل میں عجیب قسم کی تڑکدی سی ہونے لگی۔

”رات انہیں آنکھوں میں کانٹا چڑی تھی۔ ہاتھیں کسی غلطی تھی۔ بار بار سوچتے تھے کہ اگر ایک دن وہ بلی جائے گی؟ پھر کیا ہو گا؟ آخر وہ ایسی باتیں کیوں سوچ رہے ہیں۔“

دوسری صبح پھر ایک اچھا سا سٹے کرا تھا۔ ریلوے اسٹیشن کا خصوصی برکادہ من کے لئے ایک نئی کراٹک پیغام لایا تھا جو کسی مس جو لیا تھا۔ والہ کی طرف سے تھا۔ جو لیا تھا۔ والہ نے

اپنی اطلاع دی تھی کہ وہ پانچ بجے وہیں ٹرین سے جہرام ریلوے اسٹیشن پر پہنچ رہی ہے۔ اس کی پہنچنے کے لئے کسی کو بھیجا جائے۔

پہلے تو میاں صاحب بھی سمجھے تھے کہ وہ بھی اس گروپ سے قطع رکھنے والی کوئی لڑکی ہوگی۔ جو اس وقت اس گروپ میں شامل نہ ہو سکے کی بنا پر پیچھے رہ گئی تھی۔ لیکن جب فرحانہ

ہوئے اس کی طرف سے لامٹی کا اظہار کیا تو ان کی تشویش بڑھ گئی۔ آخر یہ کون ہے؟

”ایسا بھلا...؟ یادداشت پر زور دینے لگے۔ لیکن یہ نام یاد نہ آ سکا۔“

”ساری خواتین ایک ایک کر کے یاد آئیں جن سے با کے یا دوسرے ممالک میں ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن جو لیا تھا۔ والہ... اس نام کی تو کوئی بھی نہیں تھی۔ یا پھر رہی ہو۔ اور وہ

نہل صورت آئیا ہوں۔ نام یاد نہ رہا۔“ فلپ دیکھتے ہی یاد آجائے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے نام ذہنوں سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن اچانک کبھی ملاقات ہو جانے پر سب کچھ یاد آتا ہے۔

وہ دن بھاری ٹریڈین میں پڑے رہے تھے۔ پھر شام کو انہوں نے اپنے فخر کو روک کر اپنے
انٹرن بھیا تھا۔ نہ صرف میں صاحب بلکہ ان کے مہمان بھی بڑی بے چینی سے اس انٹرن
عورت کے شکر تھے۔ انٹرنی۔ بالکل ہی نیا چہرہ ثابت ہوا تھا میں صاحب کے لئے اور وہ سفید قام
غیر ملکی عورت جو لیا پٹھر وائر میں سے اس طرح ملی تھی۔ جیسے برسوں ساتھ رہا ہوں۔

"حیرت نہ کیجئے جناب۔" وہ فہم کر بولی۔ "میں آپ کے بارے میں بہت کچھ سنی رہی
ہوں۔ اس لئے کم از کم خود اچھپیت نہیں محسوس کر رہی۔" جو لیا پٹھر نے فہم کر کہا تھا۔
"کس سے سنی رہی ہیں آپ؟" میں صاحب نے تذبذب کے ساتھ پوچھا۔

"اودھ شاکر آپ جیسے کسی کے لا میرے خاندان کو بھول گئے؟"
"ہرگز نہیں۔۔۔ کبھی نہیں۔ وہ سب تو میرے گھر سے دوست ہیں۔"
"تو جناب میں آپ کو اطلاع دیتی ہوں کہ میں تمام سالوں دی لا میرے کی بھانجی ہوں۔
میرے آپ سوچیں تھے۔"

میں صاحب یک ایک مفہوم نظر آنے لگے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "مجھے اس
ٹیک دل خاتون کی سوت کی اطلاع مل چکی ہے۔ کاش میں ان کی آخری رسوم میں شرکت
کر سکتا۔"

"ہاں وہ بہت اچھی تھیں۔" جو لیا پٹھر وائر نے بھی غصہ ڈی سانس لی۔ "بہر حال انہی
لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سفر کے دوران میں آپ سے ضرورتوں۔ پچا بھی دیا تھا اور خوش
حسینی ہے کہ یہ آسانی آپ تک پہنچ گئی۔ آپ تو بہت مشہور آدمی ہیں یہاں۔"
"محسوس کیا یہ کیریئر کی وجہ سے اور نہ اسکی کوئی خاص بات نہیں۔"
"میں دراصل یہاں اس لئے آئی ہوں کہ آپ کے ملک کی دیہی زندگی سے متعلق ایک
کتاب لکھوں۔" جو لیا پٹھر نے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔ میں اپنے قانون کا تین دہائیوں محترم۔" جب تک دل چاہے یہاں
کام کیجئے اور یہیں سے اپنا کام جاری رکھئے۔"

فرمانہ جاوید نے براہ راست بھلا تھا۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ میں صاحب نے اس کا
تعارف کرایا۔

"مزید خوش نصیبی۔" جو لیا چمک کر بولی تھی۔ "میرے سترے اگلے ہیں کہ آپ سے بھی
راجت ہوگی۔ خاصی مدد مل سکے گی آپ سے۔"

"لیکن میری مدت قیام زیادہ نہیں ہے۔ صرف چودہ دن اور قیام کر سکیں گی۔" فرمانہ جاوید
نے کہا۔

"چودہ دن بہت ہوتے ہیں۔ میں محض دو دن میں آپ سے اپنے مفید مطلب معلومات حاصل
کر لوں گی۔"

میں صاحب نے اس کے قیام کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ چار دن میں فرمانہ نے
ان کے ذہن پر پوری طرح قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہ جو لیا پٹھر کی آمد سے خود میں پڑ گئے تھے انہوں نے
محسوس کر لیا تھا کہ فرمانہ کو اس کی موجودگی پسند نہیں آئی۔ جب وہ فہم فہم میں صاحب
سے گفتگو کرتی تھی تو فرمانہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگتی تھی۔

میں صاحب کے لئے یہ تجربہ تھا۔ کوئی عورت ان کے لئے کسی دوسری عورت کو نفرت
کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ عجیب سی لذت محسوس کی تھی میں صاحب نے بالکل ہی مدہوشانہ
دھار ہوئے تھے۔



عمران خاموش بیٹھا عورت کو گھورے جا رہا تھا۔ اور عورت کی زبان چھنی کی طرح چل رہی تھی۔
"لیکن ڈو کوئی اچھا کہہ رہا تھا۔ جس نے جو لیا کو تھا کسی مہم پر شہر کے باہر بھیجا دیا تھا۔"
"یاد تو میرے صاحب۔" عمران بھلا کر بولا۔ "وہ کسی شخص صاحب کی اہل خانہ تو نہیں کہ اسے کوئی
نگاہ لگے۔۔۔ تم اس کے بارے میں اپنے ماحول کے مطابق کیوں سوچتے ہو۔"
"جس میں کیوں برا لگ رہا ہے۔"

"تمہاری خیر و معافیت تک مطلوب ہے۔ اگر کسی طرح علم ہو گیا اسے کہ تم تشریف میں جلا
ہو گیا ہو گا۔"

"مگر اسے علم بھی ہوا تو ذرا بعد صرف تم ہو گے۔ کیونکہ اس وقت تمہارے علاوہ یہاں اور
کوئی نہیں ہے۔۔۔"

"آخر مجھ سے کیا چاہے ہو۔"

"قریری اعتراف کہ تم علامہ دہشت کی ایماء پر غیر قانونی حرکات کے مرتکب ہو رہے ہو۔"

"یہ علامہ..."

"اگر یہ علامہ ہے تو پھر یہی بندہ ہوا۔ آخر تکلیف کیا ہے تمہیں۔"

"مجھے علم نہیں تھا کہ رانا تھور علی..."

"رانا صاحب کا نام بھی نہ لو... ورنہ قسم ہی کر دیا جائے گا تمہیں۔"

"کسی بات کا اعتراف مجھ سے کسی طرح بھی نہ کر سکو گے۔"

"ابھی جلدی بھی نہیں ہے مجھے اچھے رہو آرام سے۔"

"عمران اس کے کمرے سے نکل کر شٹل کے پاس پہنچا تھا۔"

"آئیے... آئیے... کریم چو کلیٹ صاحب! وہ نہیں کر بولی۔"

"چچو... چیئر نے کی نہیں ہوتی۔" عمران بکلا بکلا۔

"میں سوچتی ہوں کہ تمہارے بغیر کیسے جوں کی توہم کھٹے لگا ہے۔"

"اسکی باتیں کر دگی تو تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔"

"بغیر تو قیام رہا تھا تمہاری وجہ سے۔ لیکن اب تم خود ہی مجھے پاگل بنادو گے۔"

"وہ زہر ضائع ہو گیا تھا۔"

"لیکن وہ زہر جو تمہاری شخصیت میں ہے۔"

"م... میں نہیں سمجھا۔"

"تم وہ گز نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔"

"تو تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔"

"آئی بوجھ ڈالو۔"

"کمرے باپ دے... عمران پیٹ پکا کر کھلا۔"

"کیا ہوا...؟"

"جب کوئی لڑکی مجھ سے ایسی باتیں کرتی ہے تو میری آنکھیں قرقر کرنے لگتی ہیں۔"

"شٹل نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ دور نما سامنے جا کر بولی تھی۔" تو دور لڑکیوں بھی تم سے ایسی باتیں کرتی رہی ہیں۔"

"ہاں... جیسی تو پتہ چلا ہے اسوں کی قرقر کا... ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تمہارے پیٹ میں کتے کی آنکھیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"نہیں کتے کی نہیں ہو سکتیں۔" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ "کتے کی ہوتی تو تم بھی کسی ایک کے ہو رہے۔"

"دُم کہاں ہے میرے دُم نہ ہونے سے بھی فرق پڑتا ہے۔"

"خیر اسے چھوڑیے۔ آخر یہ قصہ کب ختم ہو گا۔"

"آجکل کوئی قصہ ختم نہیں ہو رہا۔ قتلوں میں چار جتا ہے۔"

"تم نے مس فرماتے کے بارے میں کیوں پوچھ گچھ کی تھی۔"

"جب تو علامہ کی ساری شاگردوں ہی کو دیکھنا پڑے گا۔"

"میں نے اسے مخصوص شاگردوں کے طبقے میں کبھی نہیں دیکھا۔"

"تم سے پہلے رہی ہو گی سب وہ پیچھے رہے۔ اور تم کھن طالبہ۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "کیا اس کے خلاف بھی کوئی مواد ہمارے پاس ہے۔"

"مجھے اس کے زیادہ سے زیادہ مخصوص شاگردوں کی حاش ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں کہ اب ہم سب کو پولیس کے حوالے کر دو۔"

"کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ جب تک پیڑ جیسے جان نثار موجود ہیں کوئی اس کا بل بھی بچا نہ کر سکے گا۔ یہ کچھ وہ تم لوگوں کو تسلیم کرنا چاہیے وہی سب کچھ کہانی صورت میں بھی شائع کر چکا ہے۔"

"پھر آخر کیا ہو گا۔"

"کچھ تو انتظام۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھا ہوا مسکرایا۔

"تھک کر سر جلاں کی ان بچوں کے بچے۔ کب سے کھلا آسمان نہیں دیکھا۔ مجھے جیسی سیانی لگی کے لئے یہ حالت عذاب سے کم نہیں۔"

"آسمان کی ایک صورت ہے۔ پھر ہم دونوں پورے شہر میں گھومتے پھریں گے۔"

"جلدی بتاؤ۔ کیا صورت ہے۔۔۔۔۔"

"ہم دونوں ہی بن جائیں۔ تمہاری آنکھیں کرفی ہیں اور بال سرخی ماگل ہیں۔ بڑی آنکھوں سے غیر ملکی بن سکتی ہو۔"

"کل تو پہچانی جاسکتے گی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہو تا۔ کل بکاؤنی فلم اسٹوڈیو میں پانچ سال تک سیک اپ میں بھی چکا ہوں۔"

"تم تو پہچانیں کیا کیا وہ بچے ہیں۔ انکی عورت بھی رہے ہو۔"

"بس رہتے رہتے وہ کیا ہوں گا۔۔۔۔۔! شہر کو جانتی ہو۔"

"کون شہر۔"

"خونناک شہر والا اور دیوڑو قسم کا ایک ہی ہے۔"

"سنو میں صرف سیاتی ہو اور آزاد خیال ہوں۔ فی نسل کے جانوروں سے بھی دل چسپی نہیں رہی۔ بال بڑھانے والوں سے تو کمن آتی ہے مجھے۔ میں نے یہ ہم بھی نہیں سنا۔"

"شہر کو جانتی ہو۔۔۔۔۔"

"یہ نام بھی میرے لئے نیا ہے۔"

"گرین چھ ہوئی گاٹک ہے۔"

"شری ہی جگہ ہے! میں وہاں قدم رکھتا بھی گوارا نہ کروں گی۔"

"خیر۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ میرے ساتھ۔"

وہ اسے اس کمرے میں لے گیا تھا جہاں ایک کاسیلاں تھا۔ وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"تھاکے لئے مجھے بتاؤ۔ آخر ہو کیا چیز۔"

"چیز نہیں۔ آؤی ہوں۔"

"بھی بھی خوف معلوم ہونے لگا ہے تم سے۔"

"بچے تو مسکراتے ہیں میرا۔۔۔۔۔ انہیں خوف معلوم نہیں ہوتا ہے۔ وہ بھی۔"

اس کے بعد اس نے اسے بولے سے مل کر دیا تھا۔ وہ اس کے چہرے پر اپنی مصلحتی کے

جھانک رہا تھا اور پھر جب اس نے تھوڑی دیر بعد آئینہ دیکھا تھا تو پہچان چکی تھی۔

"لو تم کون ہو۔"

"میں یہی جملہ انگریزی میں اسریکن لپے کے ساتھ دہرائی۔" مرہن نے کہا۔

"پتا نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"کیا اس ایڈیٹر کے تصور سے تمہارے جسم میں سستی نہیں دوڑی آخر تم کیسی آزاد خیال رہ سکتی ہو۔"

"کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں خائف ہوں۔"

"تم ہی بتاؤ گی میں کیا جانوں۔۔۔۔۔"

"قطعی خائف نہیں ہوں۔۔۔۔۔ مقصد معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

حالانکہ کچھ دیر پہلے ہی کھلی فضا میں سانس لینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اب مجھ سے مقصد پوچھ رہی ہو۔ انہیں تم سو تو نہیں رہیں مس شیلا۔"

"بس اتنی ہی بات کے لئے۔۔۔۔۔"

"بنیادی خیال یہ تھا ہے ویسے اسی بہانے شاید کچھ کام بھی ہو جائے۔ میں جنہیں مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان لے جاؤں گا۔ اور تم ان میں سے ایسے افراد کی شناخت کرو گی جنہیں بھی

میرے ساتھ بھی دیکھا ہو۔"

"یہ ہوئی بات۔۔۔۔۔ اچھا اب تم بھی تو وہ جلد دیکھو جس میں میرے ساتھ چلو گے۔"

آہستہ آہستہ بعد وہ ریلوے سے روانہ ہوئے تھے تو شاید ہی وہاں کا کوئی فرد انہیں پہچان سکا۔ مرہن بھی یہی بن گیا تھا۔ لیکن وہی۔۔۔۔۔ البتہ شیلا کسی سفید قام نسل کی معلوم ہوتی تھی۔

وہ ایک شگفتہ حامل اور بہت چالاکنے نسل کی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"بچے کے اعتبار سے علاقہ کو اتحاد دولت مند نہ ہونا چاہئے۔" مرہن نے کہا۔

"خود مجھے بھی اس پر حیرت ہے۔" شیلا بولی۔ "لیکن وہاں سے وہاں بھی یہ مسئلہ زیر بحث نہیں آیا۔"

"لیکن سوچتے سکتی ہو گے۔"

"میں سوچتی ہوں تو دوسرے بھی سوچتے ہوں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کہیں سے آئی

اتنی دولت؟

"کچھ نہ کچھ جو تو رکھتا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ بعض غیر ملکی بدلتھوڑے بھی اس کی کتابیں چھاپتی ہیں۔"

"کی کتابیں... اور وہ طویل ہوتی ہیں... ایک کتب میں تو اس نے ایک ایسی ڈکشنری کا تصور دیا ہے جس پر جہودیت کا دھوکہ ہوتا ہے۔"

"تم ذرا مجھے اس کی ساری کتابوں کے نام لکھ کر دے دینا۔"

"ابھی بات ہے۔"

گازی ساحلی علاقے کی طرف جاری تھی اور شیلے کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

"سب سے پہلے ہم گرین جگہ کو ٹی جلیں گے۔" عمران بولا۔

"جس کے دعوئیں سے دم گھٹ جائے گا۔"

"اس کے باوجود بھی چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہونے لگے۔"

"کوشش کروں گی۔" وہ پر غرور لہجے میں بولی۔ "تم نے کسی شہزادہ کے بارے میں بھی پوچھا۔ وہ کون ہے؟"

"شائد علامہ کا کوئی بہت ہی خاص مددگار ہے۔"

"تمہیں اس کے بارے میں کیسے علم ہوا؟"

"شائد اسے بھی تم ساتوں کی تلاش ہے۔"

"تب تو علامہ ہی کا آدمی ہو گا۔"

"علامہ! عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔

وہ گرین جگہ کو ٹی پہنچے تھے اور شیلے نے ایک نئے بار عورت کی نوکھری شروع کر دی تھی۔

لیکن اس مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ جس کے لئے یہاں آئے تھے۔ اس بھیر میں کوئی

ہی نہ دکھائی دیا جسے کبھی شیلے نے علامہ کے ساتھ بھی دیکھا ہو۔

"کب کیا کریں؟" شیلے نے پوچھا۔

"ابھی بھیری جگہیں باقی ہیں۔! چلو اٹھو!" عمران بولا۔

"مجھے یہ دن ہمیشہ یاد رہیں گے۔ آج تک تم جیسا کوئی نہیں ملا۔"

"دیکھو۔ پھر میری آنتیں قرقر کرنے لگیں گی۔ میں تو اسی وجہ سے تمہیں بھی نہیں

دوسروں کو بھی کچھ کرتے دیکھ کر آنتیں قرقر کرنے لگتی ہیں۔"

"تمہارے سر پر پتھر بارہوں کی۔ اگر اب تم نے قرقر کی؟" شیلہ ہنسا کر بولی۔

"آف فو...! عمران اٹھ اٹھتے زک گیا۔

"کیا بات ہے۔"

"میں بھی جینو...! وہ اس کی طرف سر کر بولا۔ "ہم نے کچھ کھلیا تو ہے ہی نہیں۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"اور سچی کھاؤ... یہاں جھپٹے بہت اچھے مل جاتے ہیں۔"

"جھپٹوں سے کھن آتی ہے مجھے۔"

"تو تھی کھاؤ گی؟" عمران نے بے تن عورتوں کے سے انداز میں ہاتھ بچا کر پوچھا۔

"نہیں... ارے..."

"کیا اب ارے...! جھپٹوں سے کھن آتی ہے کہہ کر تم نے میری توہین کی ہے۔"

"کیا بات ہوئی؟"

"ایک آدمی تمہیں بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔" عمران آگے جھک کر آہستہ سے بولا "تم

کی طرح جلی ہو... جلی رہو..."

"نہیں مر رہے۔"

"نہیں جانب... تھوڑی دیر بعد لا حرج نہی روادری میں دیکھنا شائد جان بچان کا ہو۔"

"تم کہاں ہو؟" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا مجھے وہ اس حال میں بچان کا ہو گا۔"

"بعض علاقوں کی وجہ سے بھی لوگ ہر حال میں بچان لئے جاتے ہیں۔ اب جو تم اپنی بات

کہا اس کے جس طرح سر ہلاتی ہو ٹی وی پر خبریں پڑھنے والوں کے علاوہ کسی کے بس کا

نہیں۔"

"کیا جس کے دعوئیں نے تمہیں پکارا ہے پیارے..."

"نہیں... پیارے... قرقر...! عمران ہیبت پڑ کر رہ گیا۔

شی نے ہائیں جانب دیکھا تھا... اور پھر جلدی سے عمران کی طرف سر تھمایا تھا۔

"کہیں...؟"

"جہاں ہم لے جائیں۔"

"مگر سات پیسے..."

"میرا نوکا ہے... آج سچر ہے۔"

"کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔"

"اے تم کھاس تو نہیں کھا گئے۔ بات حرامی پن کی ہو رہی تھی۔ یہ مذہب کہاں سے آگوا۔"

"کیا ایک رہے ہو۔ کیا حرامی پن۔"

"پھر اور کیا ہے۔ پہلے بے چاری کو آنکھ ماری۔ پھر پٹانے دوڑے۔... موراب سات پیسے پر

راضی ہو رہے ہو۔ اشل تو دیکھو اپنی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ستم رسیدہ بکری جلدی میں پچ

دے کر ہماگ کھڑی ہوئی ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ پٹانے میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" وہ اٹھتا ہوا بالا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔

"میں قصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔" شیا مضیاں سمجھ کر آہستہ سے غرائی۔

"میرا خیال قلعہ قد۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "اس نے تمہیں بچانے کی کوشش نہیں کی

تھی۔ بلکہ غیر ملکی ہی لڑکی سمجھ کر ہی آیا تھا۔"

"لیکن کیا تمہیں کراہا تھا۔"

"غیر ملکی ہی لڑکیاں سستے داموں مل جاتی ہیں بسا اوقات تو صرف چوس کے ایک سگریٹ

کے عوض۔"

"چلو۔ بس میں یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"میں نے کلاٹر پر اپنی ٹیورٹ ڈاش کی فرمائش کی تھی۔ آؤ رہی ہو گی۔ آؤ رو پیس کر کے

بھاگے ورنہ دھرے گئے۔"

"کمیت اب بھی مورہ دیکھے جا رہا ہے۔"

"دیکھئے دو۔ تم مت دیکھو مورہ۔... ورنہ کہے گا کہ تم راضی ہو۔ میں ہی لڑکا لگا رہا ہوں۔"

"تھدا صاف کرتے مجھے۔ اگر اس بھنور سے نقل ملے تو اب گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالوں

کی۔ مشرقی عورت کا گچ حاتم مگر ہے۔"

"بلکہ باورہی خانہ۔... پورے گھر میں پھیل کر کیا کر سکی۔"

"تم ذمیت بھی ہو۔... تمہاری موجودگی میں ایسی باتیں کر کے چلا گیا اور تمہارے کان پر

جون تک نہیں رہ سکی۔"

"نہی تو کیا گچ کوئی کندہ بھی ہوں کہ کان پر جوں رہ سکے گی۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ

دور سے جیسے ضرور آئے گا۔... پھر دیکھ لیں گے۔ بڑی فر فرانگری ہو رہی ہے میرا اورہی اتنا قابل

نہیں ہے۔"

"مور تمہاری ایک نئی صلاحیت بھی سامنے آئی ہے۔"

"اچھا وہ کیا ہے۔"

"سڑک چھاپ لنگھوں کے سے انداز میں بھی لنگھ کر سکتے ہو۔"

"مورای انداز کھو۔"

شیلا براسمانہ بنائے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد دیکھ مطلوبہ ڈش لایا تھا۔ شیلا نے اس میں ذرہ برابر بھی دل چھپی نہ لی۔ اس کا

مذا خراب ہو چکا تھا۔

"نہی کھاؤ۔" عمران منہ پھٹا ہوا۔

"بھوک نہیں ہے۔ پہلے ہی کہہ چکی ہوں۔..."

"تمہاری مرضی۔"

کھانے کے سلسلے میں عمران نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پچا خوردوں اٹھ کر باہر آئے

تھے۔ مور گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔

عمران نے ملاز کے باورہی کو بھی باہر لنگھنے دیکھا۔ شیلا کی نظر عقب نما آجینے پر تھی۔ اس

نے بھی اسے دیکھا اور حشر پانہ انداز میں بولی "کی گچ وہ بھی باہر نکلا ہے۔"

"میرے اندازے کم ہی غلط ہوتے ہیں۔"

"تب کیا ہو گا۔"

"ایڈووٹر۔ خاموشی سے دیکھتی رہو۔ مجھے تو دیکھنا ہے کہ جو شخص ایک کامیاب انشورنس

لیکچر میں سکتا تھا باورہی کیوں بن گیا۔"

عمران نے انجمن اشاعت کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ شیلہ نے عقب نما آئینے میں اس آدمی کو ایک سونے سا نیگل اسٹارٹ کرتے دیکھا۔

اور پھر عمران کا اندازہ درست ہی نکلا تھا۔ سونے سا نیگل گاڑی کا نقاب کرتی رہی تھی۔

"کیا تم اسے رانا پٹیل تک لے جاؤ گے؟" شیلہ نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں ہے اوروں... کسی دیر نے میں لے جا کر حرا میں لے کر دوں گا۔"

"کس طرح...؟"

"وقت پر بھی بھی سوچ گئی... پہلے سے پلاننگ کرنے کی عادت نہیں ہے۔"

"میری کچھ میں نہیں آتا کہ یہ شخص واحد...؟"

"واحد نام ہے اس کا؟"

"ہاں... علامہ کی کوٹھی میں بیٹے حائل رہتا ہے۔ لیکن اس وقت جیتی سوٹ پہن رکھا ہے

اور جس انداز میں انگلیں بول رہا تھا میرے لئے خواب کی سی بات ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر بار بار عقب نما آئینے پر جاتی تھی۔ ساحلی تفریح گاہ کی حدود

سے نکلنے ہی عمران نے اپنی گاڑی شہر دارا والی سڑک پر موڑ دی۔

"یہ کدھر چلے...؟" شیلہ فوراً ہی بولی۔

"اس سڑک پر ایک جگہ اس سے چمچر چھڑا کی ٹھہری ہے۔"

"کہیں وہ مسلح بھی نہ ہو۔"

"فکرت کرو۔"

"کیسی مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔"

"میں نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا تھا تم خود ہی کٹی لٹا میں لٹا ہوا تھا۔"

"تو اس طرف۔"

"دوسری طرف نکلتے سے اس سے بھی بڑے فطرات کا سامنا ہوتا۔ علامہ کو سب سے زیادہ

فکر تہیاری ہی ہے۔"

"کچھ کچھ میں نہیں آتا...؟"

"اُنکی صورت میں کسی دوسرے پر اصرار کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"میں نے کب کہا کہ مجھے تم پر اصرار نہیں ہے۔"

"اگر ہے تو سب کچھ پر چھوڑ دو۔ اگر میں نہ ہوتا تو تم پٹر کے زہر کا کھڑ ہو چکی تھیں۔"

"اور...؟" خوب یاد آیا۔ تم نے آج تک یہ نہ بتایا کہ اس کی وہ حرکت تم نے کہاں سے اور کیسے

کئی تھی۔ میں وہیں اس کمرے میں موجود تھی لیکن مجھے علم نہیں ہوسکا تھا کہ کب اس نے

زہر میں زہر ملا دیا۔"

"اس کمرے میں کئی زلوٹوں سے شدت حرکت کے نئی کمرے پوشیدہ ہیں۔ جن کے

بے پروقت ان لوگوں پر نظر رکھی جاتی ہے۔"

"اور پھر بھی تم کہتے ہو کہ تم لوگوں کا قتل کسی سرکاری دوسرے سے نہیں ہے۔"

"کیوں نہ کہوں۔ جبکہ یہاں ہرگز نہیں ہے۔"

"پھر کیا بنا ہو تم لوگ۔"

"تمہاری ہی طرف ایڈونچر کے رہا ہیں۔ لیکن ہمارا ایڈونچر کسی قدر مہلک بھی ثابت ہوتا

ہے۔ ہمارا وقت۔"

ٹھیک اسی وقت عمران نے اپنی گاڑی ایک کچے راستے پر موڑی تھی۔ لیکن سونے سا نیگل

سڑک ہی پر آگے نکل چلی تھی۔

"وہ تو کیا۔" شیلہ بے ساختہ بولی۔

"ہاں... آں...؟" عمران نے کہا۔ لیکن گاڑی اسی راستے پر آگے بڑھتی رہی۔

"تو پھر اب کہاں جا رہے ہو۔"

"جہاں یہ راستہ دو پارہاں سڑک سے مل جائے گا۔"

"کیا فائدہ ہوگا۔"

"وہ وہیں ہمارا خنجر ہو گا۔ خاصا چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اور غالباً یہ بھی جانتا ہے کہ

وہ کس کچے راستے کن اطراف میں جاتے ہیں۔"

"میں تو کہتی ہوں گاڑی یہیں سے موڑ کر واپس چلو... اس سے الجھ کر کیا کر دے۔"

"مختصر شیلہ دیوی آپ یہ کیوں بھولی جاتی ہیں کہ مجھے علامہ کے خلاف ایسے خواہ کی حاش

سے جن کی بنا پر وہ قانون کی گرفت میں آجائے۔ اس کے لئے مجھے بڑے جھروں کے ساتھ ہی

خوف و جے بھی اٹھتے ہیں گے۔

"میں سو اب اتنا بگ ہوں۔"

"تمہیں سی کے پائنت سے قریب کے چٹے ہوتے ہیں۔"

"ختم کرو! بھگدیر خاموش رہنا چاہتی ہوں۔"

لیکن وہ خاموش نہ رہ سکی۔ انور ابولا شروع کر دیا تھا کہ وہ کی موٹر سائیکل سارے سے آتے، کھائی دی تھی اور پھر اس انداز میں جیسے سیدھی "رگڑی" سے نکل رہی تھی۔
عمران نے بریک لگائے۔ پھر وہ تھوڑا سا کھڑا کر موٹر سائیکل سمیت ڈرائیجنگ سائیکل والے دروازے سے اٹھا۔

"مجھ سے بھاگ کر کہاں چلا گئے؟" وہ عمران کو خود نظروں سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"لگ..... کیا مطلب؟" عمران نے خوس ہو جانے کی دہلادی کی۔

"اسی سے کہو کہ گاڑی سے اتر کر میرے پیچھے بیٹھ جائے۔"

"اکیس تو نہیں جائے گی۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"

جواب میں عمران کو ایک بڑی گندی سی بات سننی پڑی تھی۔

اس نے موٹر سائیکل اس طرح روکی تھی کہ اس طرف کا دروازہ کھولنا ممکن تھا۔

"تم اتر چلو۔" عمران نے شیل سے انگلیں میں کہا۔

"کیوں.....؟" شیل کی گانہ دوس ہو گئی تھی۔

"تم اترو تو دراصل اس شریف آدمی سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ خود کو جتنا برا بھلا

ہے اتنا برا مظلوم نہیں ہوتا۔"

واحد نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ بول نہیں تھا۔ شیل چپ چاپ دوسری

طرف اتر گئی تھی۔ پھر دوسری سی سے میں عمران بھی اسی دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ

کرنے میں اس نے برقی کی سی سرعت دکھائی تھی۔

پھر قفل اس کے کہ وہ ایک سیٹ کی فوجیت کو کچھ سٹک۔ عمران اس کے سر پر سوار تھا۔

بظنوں میں ہاتھ دے کر موٹر سائیکل سے تھمیت لیا۔ پھر موٹر سائیکل اس میں تھمیت لئی۔

واحد نے پلٹ کر پلٹ چڑھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آگونی کی سی

کرفت تھی۔ اگر دونوں میں کچھ بھی پڑی ہوئی تھی اور عمران کے بازوؤں کے درمیان اس کی پیمیاں بھی تڑپنے لگی تھیں۔ کھوپڑی سیسے کی طرف صحتی جلی جا رہی تھی۔

"ب کیا خیال ہے؟" عمران نے بڑے پیر سے پوچھا۔

"اب کروں نوٹ جانے کی میں تو تمہارا سر کرنا چاہتا تھا۔"

"شریعت سے بات کہہ کی تھی تم نے۔"

"اب کروں گا۔ ب کروں گا۔ گردوں چھوڑو۔"

"تمہارے پاس ہتوں تو نہیں ہے؟"

"نہیں نہیں خود رکھو۔"

عمران نے اسے دھکا دیا تھا۔ منہ کے بل پور جا کر۔ پھر اٹھتے بھی نہیں پٹا تھا کہ عمران اسے ہٹ کر پیسے پر سوار ہو گیا۔

"کدے اسے اب کیا کر رہے ہو؟"

"تمہاری چھٹی پر سوار ہو کر چلے جوں گا۔"

"اسے دو مجھے۔"

"انگریزی میں کہو۔" عمران اس کے گلوں پر ہاتھ پھیر کر بڑے پیر سے بولا۔

"آسے کیا تمہیں لگے ہو۔" وہ جد حلق کے بل دہرایا۔

"نہیں پاگل تم ہو کہ اتنے قائل ہونے کے باوجود بھی غائب ہوں۔"

"لگ..... کیا تم مطلب۔"

"کیا تم عدل و دشت کے پور چلے نہیں ہو۔"

"تو تم کیا جاؤ۔"

"تمہیں سی طرف تادمہ کے پاس لے چلوں گا۔"

"ہرگز نہیں۔"

"اب وہ کیا تم مجھے روکی ہو گے۔"

"مجھے افسوس۔"

"تمہ کو کیا کہو گے.....؟" عمران نے کہا۔ پھر دونوں باتوں سے اس کی

کنیٹیاں دہانی شروع کیں۔

”میرے۔ میرے۔“

پھر تیری بارگاہ میں آئیں۔ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اعرابوں سے چھوڑ کر اٹھ گیا۔
”تو کیا ہوا؟“ شلا خطرناک انداز میں بولی۔

”ہیوش ہو گیا ہے۔۔۔ میں اسے کچل بیٹ پر ڈال رہی ہوں۔ کھڑی تم ڈراؤ اور کرو گی۔“

”کیا کچلنے کے پاس لے جا کے۔“

”میری ہر بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔! پلو کچلی بیٹ کلا رو رو کھولو۔“



اندھیرا بھی ایسا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں بھائی رہتا تھا۔ اس کا سیاہ لہو وہی چدرنگی میں نہ ٹم ہوا
کیا تھا۔ حواس کھلنے والی ہی شہرہ میرے سطح زمین پر کسی ہی آسانی سے چلا جا رہا تھا۔
بھی دی اندھیرے کا ایک محرک بڑھ رہا۔

راستہ اس قدر نامعلوم تھا کہ روز روشن میں اس کا ٹے کیا جاتا آسان نہ ہوتا۔ لیکن وہ کسی
دشمنی کے خیمے میں چل رہا تھا۔

شائے تیس فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے وہ ایک جگہ رگ گیا۔ توڑی ہوئی قلعہ ایک لالچ اسے
اس دور اندازہ معاملہ تک لائی تھی اور وہ لالچ اسے آکر کر سید حلائی طرف چلا آیا تھا۔

لالچ میں بھی وہ تھپائی تھا۔ خودی لالچ کو چلا تاہو اس معاملہ تک لاپا تھا۔

یہاں سے ویرانی میں کچھ رہے تو وہ مدیر۔ میں آنکھیں پھاڑتا رہا تھا۔ پھر آہستہ
آہستہ تین پارہ بیٹی بھائی تھی۔

ایک ایک لڑکھائی طرف سے نمودار ہو رہی تھی۔ اور اس کی گردا پھیلے کودنے لگا۔ ساتھ ہی
اس کے مطلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے ”اے۔ اے۔ اے۔ اے۔“

”کام ڈالو! لڑائی۔“ اس نے آہستہ آہستہ سے کہا۔ ”میں کم لاؤں۔“
وہ پھر اسی طرف رخ کیا۔ جدھر سے آیا تھا۔ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ کبھی کبھی اس سے

نے نکل کر راستہ روکنے لگا اور ہاتھ سے دھکیلی کر ایک طرف کر دیا۔

اس طرف سے لالچ لالچ تک آیا تھا۔ جیسے ہی لالچ پر مینہ گرنے لگا بھی لالچ پر چلا گیا۔ لالچی
لالچ کا۔ جس اشارت ہو تھا اور وہ ایک طرف روٹھ ہوئی تھی۔ اس ہی کی پشت سے ٹپک ٹپک
پت پت کیا۔ ایک کھینچنے تک یہ سر جاری رہا تھا اور پھر لالچ ایک پارہ پھر ایسے ہی ویران اور تاریک
رستے سے جا چکی تھی۔

اسے ساحل کہا بھی مناسب نہ ہو گا۔ کیونکہ جیسے ہی وہاں نے چرچ روشن کی تھی روشنی کا
راہ ایک سیدھی کڑی ہوئی چٹان پر رہنے لگا تھا۔ کوٹنگی تک پہنچنے سے اسے اندازہ نہیں
ہو سکتی تھی کہ وہ کھڑی ہوئی۔ اس نے چرچ بھادی۔ شائد یہ دیکھتا چاہتا تھا کہ ٹپک ٹپک کی جگہ پر
چراغ کی ہے یا نہیں۔

چرچ راتہ کر اس نے کتے کی گردن پکڑی تھی اور اسے چھوڑ کر ہلا تھا۔ ”میل“ دوسرے ہی
پتے کے لئے بھونکنا شروع کر دیا تھا۔

اس کی آواز غیر معمولی جھم پھولی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ناؤ کا آئینہ پر بھونک رہا ہو۔
جہاں چٹان کے اوپر روشنی دکھائی دیتی تھی اور اس کا خوش بچے کی چہرہ ہو گیا تھا۔ چٹان کا
بڑا حصہ روشن ہو گیا اور پھر دسیوں کی ایک بیڑی کے اوپر سے کھینچی گئی تھی۔ جس کا پتلا حصہ
خبر پر ٹھوٹے لگا تھا۔ کتے کو لالچ ہی پر چھوڑ رہا ہی بیڑی کے ذریعے ”پر“ چڑھتا چلا گیا۔ کتے
سے اس کا ساتھ نہ چھوڑے کیلئے اچھل کود نہیں چلائی تھی۔ خاموش بیٹہ رہاں لگاے، چٹا رہا تھا۔
لاہر پہنچ رہی تھی اسے سامنے کھڑے ہوئے ”دلی سے کیا تھا۔“ میرے پاس وقت کم ہے۔
تو وہ بیٹھی بیٹھی رہی۔

کتے کے پاس۔ اس کے گرد کسی قدر ٹم ہوا تھا اور دوسری طرف ڈھلان میں آواز چلا گیا تھا۔
یہی دس کھڑا رہا۔ توڑی دیر بعد ایک آدمی آیا تھا اور بڑے لوب سے اسے سلام کر کے
بھوش کھڑا رہا تھا۔

”میرے۔“

”میں ہاں۔“

”تم کو ابھی میرے ساتھ چلنا ہے۔ یہاں کا چارچہ لاؤ اور کودے۔۔۔“

”کو کے پاس“

”میں نہیں بھڑکوں۔ اور کو اپنا جان بچا کر واپس آجئے۔“

”لیکن پاس اور اس وقت موجود نہیں ہے۔“

”اس کے لئے ایک تحریر چھوڑ دو۔“

”بہت بہتر۔“

برادر چلا گیا۔ وہی کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد برادر واپس آیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی تھے۔
”جس نے یہاں کے لئے سیر میٹھی تھی۔“

برادر اور وہی سیر میٹھی سے لالچ پر اتر گئے تھے اور سیر میٹھی پر کھینچی گئی تھی۔

”کٹا خزانے کا قہور یہاں نے تمام ڈاکوؤں کو کراسے خاموش کر دیا تھا۔“

”لالچ کا انجیل اسٹارٹ ہو اور وہاں کے لئے موڑ لی گئی۔“

”شیر لا چاک غائب ہو گیا ہے۔“ یہی کچھ دیر بعد۔ ”اس سیر میٹھی کے ساتھ تھے۔“

”مطابق تم شہر کے ساتھ برابر کے حصے والی حیثیت رکھتے ہو۔“

”میں مجھے علم نہیں تھا پاس۔“ برادر بھلا کر کہہ گیا۔

”تمہارے دستخط موجود ہیں کاغذات پر۔“

”تو کھڑا بیٹا ہو گا پاس اہم تو علم کے بدلے ہیں۔“

”تو میری فکری۔ شہر وادی کی طرح اب تم میرے قائم مقام ہو گے۔“

”شکر ہے پاس۔“

”دراصل... میں کسی قدر دشواری میں پڑ گیا ہوں۔ افسوس کا ایک بلیک سٹریٹری رو پر گھٹ

گیا ہے۔ ایک بہت بڑا۔ وہ شیر لا کو اپنے ساتھ نہیں لے سکتا۔ اس کے بعد سے شیر لا کا دل بڑھ گیا۔“

”خیر ہے۔ ایک میرا بھی حکم رہا ہے پاس۔“

”احتیاط سے کام لینا پڑے گا کیونکہ وہ ٹھکر مرلر سانی کے اریکٹرز جیل کا چٹا بھی ہے۔“

”آپ عمر کی بات تو نہیں کر رہے ہیں۔“

”ہاں... وہی... انہی ملائیوں کی بنا پر مسٹر رولان نے اسے قریب قریب مائن کا

”... ہے۔“

”تو تو ایک ہے پاس اور کبھی کبھی پاگل معلوم ہونے لگتا ہے۔“

”لیکن میں بھی نہیں سمجھتا۔ اس کے سہیلے میں ہے۔ سمجھو وہاں وہ پولیس کے لئے بھی

بہتر ہے۔ پہلے لوگوں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر وہ کام میں نہیں آتے تو پھر

پولیس کو مل کی رو پر ڈال دیتا ہے۔“

”اسی کو تو میں پاگل ہی سمجھتا ہوں۔“

”کچھ بھی ہو اسے لٹکانے لگانے میں احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔“

”برادر کچھ نہ ہو۔ توڑی دیر بعد ہی نے کہہ۔“ وہاں تمہارے ہی بچہ کا آدمی ہے۔“

”جی ہاں۔“

”میں نے اسے ایک جگہ بارہائی کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ قریب ایک سال سے

وہاں کام کر رہا ہے۔ آج اسے میرا بھی ایک کام کرنا تھا۔ لیکن وہ مقررہ وقت پر نہیں پہنچا۔ ایسا

پہنچے بھی نہیں ہوئے۔ آخری بار وہ سڑک سے پار پہنچے۔ دن تک گرین سیر میٹھی میں دیکھا گیا تھا۔ اس

بعد سے اس کا کوئی پتہ نہیں۔ اب اس کا وہ بھی عمران کے ہاتھ لگ گیا ہو۔“

”میں انہیوں کا عمران کو۔ آپ فکرت کیجئے۔“

”یہاں تو نوں ایک دوسرے سے واقف ہو۔“

”میرا دوست میں تو اب نہیں ہے۔ صرف میں اسے جانتا ہوں۔ وہ مجھے نہیں جانتا۔“

”اسی صورت میں تم ہو مل سے دور رہو گے۔ پس ہو مل تمہارے ہی چہرے میں رہے گا۔“

”سب خیر تو ملوں پر احکامات دے سکو گے۔“

”جیسے آپ ہی فرمائی۔“

”عمران کے قبضے میں میرے دو آدمی اور بھی ہیں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ اس نے اس میں

کچھ ایسا حادثے میں رخی ہو جانے کے باعث وہاں کے ہاتھ لگے تھے۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہو کہ اس نے بہت سرائی رکھا ہے۔“

”میں نے اس کے بارے میں پیسے ہی سے سن رکھا تھا۔ لیکن اس حد تک نہیں سمجھتا تھا۔ میرا

”...“

"عمران کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے میں دیکھ لوں گا۔" برادر زادہ۔

"تمہارا قیام ہفت نمبر ایک سو پچاس میں ہو گا۔ وہ کریں سچ ہو گی۔ سے لیا وہ وہ ہو گا۔
اسی سائل پر میں جھپٹیں ہو چکا۔ بھی دکھاؤں گا چھل طلب کے جاسنے پر تم مجھ سے مل سکتے
"بہت بھرا۔"
لاچ کے انجن کا شور اندھیرے میں گونجنے لگا۔



واحد کی آنکھ کھلی تو ہر کھلا کر اٹھ بیٹھا۔ حیرت سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ وہ...
اور تہہ دونوں، سیٹے سے سجائی ہوئی ایک خوابگاہ تھی۔ وہ سترے کو در فرش پر تیا تھا۔
دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔ بڑی تندہی سے دروازے کے منڈ پر زور آزمائی کرتا تھا۔
دروازے نے جھپٹ نہ کی۔ جھک ہار کر پھر ستر پر آ بیٹھا۔

آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار پائے جاتے تھے۔ ایسا مظلوم ہوتا تھا جیسے
پاگوں کی طرح بیچنا چلانا شروع کر دے گا۔ لیس وہ سختی سے ہونٹ جھنجھے بیٹھا رہا۔
تھوڑی دیر بعد پھر اٹھ کھڑا اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ دھنکاتا اور کھینچتا تھا۔
دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ اور ایک جوتی سا آدمی کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔
"اچھا تو تم جاگ رہے۔" اس نے چمک کر پوچھا۔

"ہاں میں جاگ رہا ہوں۔ لیکن وہ سردور ہو چکی کہیں ہے۔ اسے اطلاع دے دو کہ میں
بھی خاکہ نہیں ہوں۔ میں وہ لپٹا ہوا آ رہا تھا۔ اگر لب ہاتھ آجائے تو ہڈیاں دینے پر آمادہ
ہوں۔"

"کس بچی کی بات کر رہے ہو۔" ہوتی آدمی نے حیرت سے کہا۔ "میں نے تو نہیں
دیکھا وہی سڑک سے بیٹھ بیٹھا تھا۔"

"نور نور میری سوز سائیکل۔"
"وہاں کوئی سوز سائیکل نہیں تھی۔ میرا ہم عمران ہے۔۔۔۔۔ اور تمہارا۔۔۔۔۔"

"واحد۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے پہلے بھی جھپٹیں نہیں دیکھا ہے۔"
"دیکھ ہو گا۔" وہ نے پوچھا اس سے کہہ کر سنبھل کر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے
مجھے کسی ہسپتال میں کیوں نہیں پہنچا۔"
"مناسب نہیں سمجھا۔" عمران نے شرمناک کہہ
"جی مطلب۔"

"تمہارے پاس ہی ایک لڑکی بھی بیٹھ پڑی تھی۔ میں سے کہہ پتا نہیں کیا بات ہو۔ کہیں
پوچھیں کس۔ اس پائے ہسپتال پہنچا ہے میں۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیسی لڑکی۔"
"جیسی ہوتی ہے۔ بالکل عام لڑکی۔ اس نے سر پر بیٹنگ تھی۔ اور۔۔۔۔۔ دم ہی رکھتی
تھی۔" عمران نے احتیاط انداز میں کہا۔
"کہاں ہے وہ۔"

"دوسرے کمرے میں۔"
"اس نے کیا بتایا ہے۔"
"وہ بھی بڑھائی تھی یہ سن کر کسی بیٹھ مر۔ سے پاؤں خود بھی بے ہوش پڑی تھی۔"
"مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں تھا۔ کیا وہ کوئی جبریل لڑکی ہے۔"
"نہ تو نہیں۔ سو صدمہ کی لڑکی۔ ویسے ہے حیرت۔"
"میں اسے دیکھا چاہتا ہوں۔"

"کیا بیٹھتی سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔"
"ایک بچی سے میری لڑائی ہوئی تھی۔ وہ ایسی ہی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک خیر لگی ہیں
ہوتی تھی۔"

"تو یہ تم لڑائی ہی کے دوران میں ہے ہوش ہو گئے تھے۔"
"تمہاری بکھر پڑتا ہے۔ مجھے اس لڑکی سے ملو۔"

"وہ جھپٹ جاتی ہے تم سے پہلے سوش میں آئی تھی۔ اور تمہارا ہم واحد ہی بتایا تھا۔ اور یہ

بھی بتایا تھا کہ شاکر قریبی درختی کے کسی پردیفر کے خانہ میں ہو۔

"سسر... خدا کے لئے مجھے اس لڑکی سے جلد ملو جیسے۔"

"کچھ بھی ہو۔ لیکن اسے اس پر حیرت ہے کہ وہ تمہارے قریب کیونکر ہے ہوش پڑی پائل
کئی کیونکر وہ تو بچے گھر میں سو رہی تھی۔"

"خوب خواب... میری وحشت میں اضافہ نہ کرو۔... فوراً مجھے اس سے ملو۔"

"اس لڑکی کا نام شیلا دھنی رام ہے۔ اسی پردیفر کی شاکر وہ ہے۔ اس کے یہاں ہوتی رہتی ہے۔"

"شیلا دھنی رام! اس نے حیرت سے کہا۔ "سسر سپاس بیوٹ پڑی تھی۔"

"تم جانتے ہو اسے۔"

"بالکل جانتا ہوں۔ وہ علامہ وحشت کے پاس آتی رہتی ہیں۔"

"ہاں یہ آئی اس نے پردیفر کا بکلی نام بتایا تھا۔"

"میری عقل پکڑ رہی ہے۔ آخر شیلا کا سسر سپاس کیا کاہرا۔"

"اس نے چاری کو بھی حیرت ہے۔ لیکن اب وہ یہاں موجود نہیں اپنے گھر جا چکی ہے۔"

"تم جھوٹے ہو۔" وہاں دھڑل "تم اس بچی کے ساتھی معلوم ہو گے ہو۔ خود قریب شیلا کا نام لے

رہے ہو۔"

"بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ کبھی کی جان۔ بچوں۔ تم سے میرے کیا بڑا ہے۔ میں

تمہارے ساتھ فریاد کروں گا۔"

"میں جی نے بھی کہا تھا کہ مجھے علامہ کے پاس لے جائے گا۔"

"میں کسی بھی دہلی کو نہیں جاتا۔ جو کچھ گذری ہے وہی سنا رہا ہوں۔"

"شیلا کا نام کیوں لیا تم نے۔ تم کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ میرے پاس نہ ہے۔"

ہوش پڑی پائی گئی تھی۔

"میں ثابت کر سکتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتا دیا کہ اسے انکس میں رہے کی بات۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"مجھ پر آپ سوال کیا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

نمبر 68 فرشتے کا دشمن

"تم نے ہوشی کے عالم میں عمل کے ڈائیلاگ بول رہے تھے۔ اس کے بعد انگریز کے کئی

ساتھ تھے۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم اسی حیرت سے بچی کے کوئی ساتھی ہو۔ اچھا ثابت کرو کہ شیلا

سے پاس ہی بیوٹ پڑی تھی۔"

"شاکر وہ بھی اپنے گھر نہ گئی ہو۔ بلوائے لیتا ہوں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ میرا نہیں۔ ویسے مجھے بھی دراصل ایک عرصہ سے ایم اے

پارہیک کی تلاش تھی۔ لیکن انگلش زبان۔ اور وہ تو مشہور رہے۔ عشق پا کر رکھ دے گا۔"

"میں لیا کروں۔" وہاں نے بھنا کر اپنے سر پر دو ہتھوڑاں

"عامر کو چھوڑ کر میرے پاس چلے آؤ۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمہاری بچی کے ساتھی ہو۔"

عمر اس کچھ نہ بولا۔ اب علامہ نے قہر آلود نظروں سے گھورے جلد ہاتھ کچھ دیر غل و ملے

مندرجہ ذیل بات چیت سے سے قانع ہو گئے تھے۔

ابید بھی کڑا گیا کہ کہا جاتا تھا لیکن صرف ہونٹ مل کر کہہ گئے تھے۔ اولاً نہیں غل تھی!

"تم نے میرے دوست کی قویوں کی تھی۔" وہاں نے غریبا "تم نے اس سے ایسی باتیں کی

نہیں جیسے اسے عورتوں کا دلال سمجھتے ہو۔"

"اے اے مات غل! آخر؟ تمہاری بچی کے ساتھی ہو۔"

"اور اب تمہیں بہتری باتوں کی وضاحت کرنی ہے۔"

"میں کیا بات کا بھی جواب نہیں دوں گا۔ مجھے باہر جانے دو۔"

تہہ جیسے نا کو شش کر کے دیکھو۔"

آخر مجھے نہیں روک سکو گے۔" وہاں نے دروازے کی طرف دوڑا ہوا ہوا۔ لیکن دوسرے ہی

لحظہ میں عمران کا اٹنا ہاتھ اس کے منہ پر پڑ گیا۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"نہ خیر متوقع برتاؤ نے اسے مجھ سے کچھ یاد دیا۔ حقیقتاً انداز میں عمران پر سب پڑ گیا تھا۔

نہ بات ہے کہ سامنے دہلی دہلی سے جا کر لیا ہو۔ عمران تو بڑی بھرتی سے ایک طرف ہٹ

کہا تھا۔

واحد کے محل سے منگھلات کا طوطا اس نے پھر حلقہ کیا تھا۔ اس بار تو وہ
جھکاؤ سے اس کے پیٹ پر مکار سید کر دیا۔ پیٹ وہاں سے دیرا ہوا تو دونوں ہاتھ
نصیبیاں پشت پر پڑیں۔ اور دوسرے محل فرش پر چلا آیا۔ غصے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس
سودا کی گاتھ دی۔

"اور اب تم بتاؤ گے کہ علامہ کے لئے حقیقتاً کیا کرتے ہو۔" اس نے اسے راتوں میں
سے جکڑتے ہوئے کہا۔

واحد نے اس طرح جیسے لگا تھا۔

"میں مات معلوم کے بغیر کسی چھوڑوں گا۔ خود مہارن ایک آدمی کی ہڈی میں جو
لوٹ جائے۔" مہارن اپنے رہاؤ کو بند کرنا چاہتا ہوا ہوا۔

"چھوڑو... چھوڑو... مٹا ہوں۔"

مہارن نے گرفت ڈھکی کر دی لیکن اس پر سے ہٹا نہیں تھا۔

"م... میں حقیقتاً شہزادہ کا خادم ہوں۔ اسی کے حکم سے میں نے علامہ کی خدمت اختیار
کی۔"

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ گرین فک ہوئی کے پادری ہو۔"

"میں پادری نہیں ہوں۔! پادری پر جرح کی حیثیت سے قرار ہوا تھا۔ اگر بچیت ہوں
چونکہ تحفہ وصول سے بھی کہیں زیادہ تھی اس لئے اس خدمت کو بھر سکا تھا لیکن مجھے
دلوں کے بھر شہزادہ نے مجھے علامہ کے گھر بھجوا دیا۔ اس طرح میری اصل آمدنی میں علامہ
طرف سے ملنے والی تحفہ کا بھی اضافہ ہو گیا۔... کیا فرق پڑتا ہے اس سے کہ میرا کام گھر
پادری خانہ کی نگرانی کرنا ہے۔ ورنہ سبھی جانتے ہیں کہ علامہ اپنا کھانا خود پکاتا ہے۔ نہ
سمانوں کے لئے چائے دے دیتا اور نہ ہوں۔ اور آمدنی کے متبادرت چور۔ ملک کا
گرین فک میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

"میں نے تمہیں خادم سے کہہ رکھا تھا۔"

"علامہ سے ملنے جتنے لوگوں پر نظر دیتے کے لئے رومہ راج شہزادہ کو رہتی پرانی ہے۔"

صرف ناموں کی فہرست پر مشتمل ہوتی ہے۔"

"کیسے ہمارا۔"

"یعنی کہ اس دن علامہ کے پاس کون کون آیا۔ اور اور کام یہ ہے کہ سر سچا ہی شب کو
ایک میرنگی ہٹی لڑکی کا ہاتھ کرنا۔"

"میں کے لئے۔"

"یہ میں نہیں جانتا۔ اگرچہ میں ایک ہفتے جس کا سر ایک سو بی بی ہے۔ سچائی
شب کو کسی نہ کسی غیر ملکی ہٹی عورت کو وہاں پہنچانا پڑتا ہے۔ میں نے وہاں بھی نہ دیکھا
دب میں عورت سمیت وہاں پہنچا ہوں تو بہت خالی تھا ہے۔ حکم سے کہ جیسے ہی تمہاری آمد
میں عورت کو بہت میں چھوڑ کر خود باہر چلا جاؤں۔ اور یہ مظلوم کرے گی کوشش ہرگز نہ روں
کہ میں بہت میں کون رہتا ہے۔"

"یہ ساری بدایات تمہیں شہزادہ سے ملتی ہیں۔"

"یہ ایک مستقل آرڈر ہے۔ رور روز بدایات نہیں ملتیں۔"

"شہزادہ کا آرڈر۔"

"ہاں اسی کا آرڈر ہے۔"

"کل کی رات تو خالی گئی۔ پھر کیا ہوگا۔"

"میں نہیں جانتا شہزادہ بھی تو پچھنے بنتے سے غائب ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہاں ہے۔"

"شہزادہ اپنی سی آدمی کو جانتے ہو۔"

"نہیں۔ یہ نام میرے لئے ہے۔"

"یہ حیل ہے شہزادہ اپنے ہی نے ہی مور میں منواتا ہے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ ایک غم اور بے باک آدمی ہے۔ اتنی ہی بات ہے نے اتنی
باز ہوں گی کیا ضرورت ہے۔"

"تو پھر۔"

"مگر سب تو ہوں۔ چھوڑ مجھے دم گھٹ رہا ہے۔ خدا جانتے کس حد میں پھنس گیا ہوں۔"

"مگر تم پر میں نے آدمی ہو تو میری۔" انہیں حوالات میں کیوں نہیں ٹھیک۔ یہ اتنا شہزادہ کرنا۔"

عمران اسے چوڑ کر ہٹ گیا۔ واجد کچھ دیر فرش ہی پر بیٹھا اپنا چہرہ دیکھ کر مسکری بیٹھ گیا۔

"میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ہنسا۔

"تو پھر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔" واجد نے تجھے مٹھائے تھے۔

"جب دو بد معاش آپس میں گھبراتے ہیں۔ جب بھی بکری ہوتا ہے۔"

"کوہ۔۔ تو تم شہر کے کوئی کاروباری حریف ہو۔"

"بھی کچھ نہ۔"

"شیر، کہاں ثابت ہو گیا۔"

"پہچتا ہوں۔" ہم لوگوں کے ڈار سے "عمران نے لاہر وہی سے کہا۔ میں اس کے آدمیوں کو اس لئے گھر رہا ہوں کہ اس کا سر رخنہ ہو سکے۔"

"لیکن وہ آپ میں نہیں ہے؟" واجد نے کہا۔ "سارے ملازمین جانتے ہیں کہ اس سے بہتر بھی کوئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران نے لاہر وہی سے شانوں کو جھنک دیا۔

"اگر مجھے کوئی سبوتاہ درست مل جائے تو شیر بہت جلد بھیج سکتا ہوں۔" واجد نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم اپنے حریفوں کے آدمیوں کو ملازم نہیں رکھتے۔"

"مکان میں بات ڈال دی ہے۔" واجد نے بے تکلفانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "اگر کبھی ذہیل ہو تو مجھے پتہ چلے گا۔"

"تمہیں سب پتا کہاں ہے؟"

"کیا مطلب؟" واجد چونک پڑا۔

"جب تک شیر نہ آجائے تب تک بد روگے۔ نکل جانے کی کوشش کی تو کوئی۔۔۔ جانے گی۔"

"آخر مجھے روکے رکھنے سے کیا فائدہ؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو۔"

"میں نہیں سمجھتا۔" واجد ہلکائی۔

"کبھی رات تم ہٹ قبر انیسویں سڑک میں ہی عورت نہیں پہنچا سکتے تھے اور علامہ کے گھر سے قریب رہتے ہو۔ کیا یہ غلطی معمول نہیں ہے؟"

"مائل غلطی معمول ہے۔ جب سے یہ کام سونپا گیا ہے کبھی غلط نہیں ہوا۔"

"بس تو پھر کچھ تو تہمیدی موت ہی آلا دے گی۔ اگر تم نے ان لوگوں کی طرف واپس جانے کی کوشش کی۔"

واجد کی سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے چہرے سے سراسیمگی ظاہر ہو رہی تھی۔



"کبھی خوار نے فون پر عمران کے فہرڈائل کے تھے۔ اور دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سن کر عمران سے گفتگو کی حوصلہ خابہ کی تھی۔

"دو تو کئی دس سے قریب ہیں جناب۔" سلیمان نے جواب دیا۔

خوار نے سلسلہ منقطع کر کے سائیکلو میشن کے فہرڈائل کے تھے۔ یہاں عمران سے گفتگو کرتی تھی۔

"کیا قصہ ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"کس غوکا ہدایت کے مطابق تمہیں اطلاع دی جا رہی ہے کہ گرین ہٹ نمبر ایک سو چالیس میں جو رول برنارڈ نام کا ایک دھکی صیغائی مٹیم ہے اس میں ہے۔ تو بی آئی آپ وہاں کی غرض سے جا آئے۔

"کبھی ہی رات کو یہاں پہنچا ہے اس سے پہلے ہٹ حاصل تھا۔"

"تمہیں سے آیا ہے۔"

"ترجمہ آیا ہے۔" وہیں اس کا قاتلین بالی کا کارندہ ہے۔"

"اس پر نظر رکھو۔"

"اس کے لئے مجھے کوئی ہٹ کرائے پر لینا پڑے گا۔"

"آپ پاس کوئی ہٹ خان ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"تک سو تائی نہر خالی ہے۔"

"تھوڑوں کے لئے حاصل کرو۔"

"اس کے لئے میں تو بے پرواہی لیتی ہوں۔"

"میں کہہ رہا ہوں۔ میری مدد ہی ہے۔ اگر آپس تو بے اخراجات کی، نیکی سے انکا تو میں لوگوں کو۔"

"بہت بہتر۔ اجوف اور مفرد کس حال میں ہیں۔"

"تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ فکر نہ کرو۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"کچھ نہیں۔ اب ہمارا کی کڑی عمرانی ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم جتنا کافی نہ ہو گے۔ سدا جنت نعمانی کو بھی نکالو۔"

"مجھے بات ہے۔" خاور نے کہا اور سلسلہ منقطع ہی کرنے دلا تھا کہ عمرانی کی آواز آئی۔ "ایک بات ہو رہی ہے۔"

"وہ بھی جلد ہی بتا دو۔"

"بہت برا ہے۔ یہی سب سب ہی ہوں ہے ہائیں۔"

"آہ تو پائے جاتے ہیں۔"

"اس کا فون ٹیپ کرنے کا بھی انتظام کرو۔"

"اس طرح تم آوی ہو جائیں۔ میں، نعمانی اور ٹیکنیشن۔"

"کوئی فکر کی بات نہیں۔"

"تو خود ہی وہاں سے کسی کو بھیج دو۔"

"مجھے بات ہے، میں دیکھتا ہوں۔"

خاور سلسلہ منقطع کے نیلی فون پر تھوڑے سے باہر سمجھا، "تھوڑی دیر بعد بہت سر پہ تائی کا معائنہ بھی ملے ہو گا۔"

اور پھر دو گھنٹے کے اندر ہی اندر سارا جنت نعمانی بھی یہ ٹیکنیشن سمیت وہاں پہنچ گیا تھا۔ "یہ کام تو۔ تم ہی کو ہو سکے گا۔" ٹیکنیشن نے تلیا۔

"مجھے بات ہے۔" اس کے سے کسی مخصوص وقت کا تعین نہیں کیا گیا۔ اب ہمیں یہاں پہنچنا پڑا۔

"بہت اوس کے بعد کوئی دھنگ کا کام ہاتھ آیا ہے۔" نعمانی نے رائے عام کی۔

"یہی تم ساحل سمندر پر چھیاں کر رہا فوس کر رہے۔" خاور بولا۔

"مفروضات ہی کے سہارے زندگی گذری جا رہی ہے۔"

"وہ سننے سے ابھی تک باہر نہیں نکلا۔"

"کون۔" نعمانی نے پوچھا۔

"بڑا نام کا ایک برس میں ہے، نام بھی۔ مسطور ہو سکتا لیکن میں نے وہاں ہر طرف کے ایک

تسیر جاری۔ ان کا رد ہوا کیا تھا۔ براہ راست اسی سے اس کے بارے میں سوالات کئے تھے۔"

"نہیں یہ طریقہ۔" نعمانی کے بچے میں تشویش تھی۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ آپ پاس دلوں سے، مٹی کاہ کی تھی۔ ظاہر ہے

بجلی رات ہی کو تو یہاں آیا ہے۔"

"عمرانی کا خیال ہے کہ ہمیں بہت جتنا دہرا پڑے گا۔" نعمانی بولا۔

"عمرانی کو پوری طرح سنا کر دیا گیا ہے، ہم پر۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔" نعمانی نے کہا۔ "جو یہی کے توسط سے اسے نہیں تو کے

محبت ملے گی۔"

خاور کچھ نہ بولا۔

ان مجرور بہت فسر ایک سو بیای کی عمرانی رتے رہے تھے۔ لیکن کوئی بہرہ نہیں نکلا تھا۔

اب تو کسی ہوش کا دیر برارڈ کے لئے کھانا پکا گیا تھا اور پھر رتن بھی وہاں لے گیا تھا۔

"اگر یہ شخص تفریح کی غرض سے یہاں آیا ہے تو پھر اس گوشہ نشینی کی وجہ کچھ میں نہیں

ہے۔" نعمانی خاور کو اچکے کر بولا۔ "میں وہ صورت سے بھر گیا تھا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات میں نے ہر گز نہیں کی تھی۔"

جس بہت میں انہوں نے قیام کیا تھا اس میں فون بھی تھا۔ اس نے خاور کو پھر نیلی فون

دھونک جانا پڑا تھا اور اس کی ضرورت ہوں پیش آئی تھی کہ خاور نے محسوس کیا تھا کہ خاور

کی بھی عمرانی کی جہی ہے۔

عمریں سائیکو میٹس ہی میں ملا تھا۔ حاورے اسے صورت حال سے سمجھا کرتے رہے۔
کہہ "اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ جس ٹیپ کیا چاہئے۔"
"ٹیکسٹ کو وہ جس بھی دو ٹیکس تم دو سو دس میں غصہ دے گے۔" دوسری طرف سے عمرانی کی
آواز آئی۔ "کوئی بے احتیاطی ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"جب وہ شخص مجھے رات ہی کو وہاں پہنچا ہے تو پھر تم نے اس کے بارے میں معلومات کی
طرح حاصل کی تھی۔"

"خیر، اس سے۔" وہ بانی امر اض کا جھٹی سرکاری ڈکڑیں کر رہا تھا۔

"بہت اچھے۔۔۔ قیام تو ہو نہیں سکتا۔ سرکاری ڈاکٹروں سے بے چارے سڑ جھٹی کیا
فرمائیں گے۔ اس دوست مدد ملک میں جھٹی ڈکڑیں جھٹی نکلیا چڑ نکلی پائی جاتی۔ براہ راست پوچھ
کچھ کرنی تھی تو پیش در عورتوں کے دلال میں گئے ہوتے۔ کثرت پائے جاتے ہیں یہاں۔"
"کیوں لکھا اس کر رہے ہو۔"

"یہ غفلت کی باتیں ہیں۔ کوس نکلیہ چیف سے پوچھوں گا کہ آخر اس کے باضابطہ وقت
سن بلورے کو کب پہنچیں گے۔"

"کام کی بات کرو گے۔ پانڈ کروں فون۔" حاورہ جھٹلا کر یوں۔

"کام کی بات یہ ہے کہ اب وہاں جا کر ہٹ سے باہر مت نکلتے ورنہ چیف بھی تمہاری
زندگیوں کی ضمانت نہیں دے سکے گا۔" غصہ دے سنا۔ ابھی شانہ میں سے کہا تھا کہ ٹیکسٹ کو
واپس بھیج دو۔ لیکن اب اسے بھی اپنے ساتھ ہی رکھ دے رکھو۔"
"کیا تم سنجیدہ ہو۔"

"اسی طرح جیسے موت برحق ہے۔"

"تو ہم صرف ہٹ ہی تک بھدو ہو کر رہ جائیں۔"

"مناسب بھی ہو گا۔ تمہارے طریق کار نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔ یا پھر۔"

"کوہ۔۔۔ کوہ۔۔۔ رک کیوں گئے۔"

"کچھ میں نہیں کہہ کر عمرانی نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

حاورہ نے ناگوار ہی سے سر کو جھٹکی دی تھی اور ریسیور مک سے لگا کر پھر نکل آیا تھا۔ وہاں پر
اسے تعاقب کا حساس ہوا تھا۔ اور اس ہٹ کی تصدیق ہو گئی تھی کہ تعاقب کرے وہاں ابھی دو
تیموں میں سے تھا جو حاورہ کے ہٹ کی عمرانی کر رہے تھے۔

حاورہ ہٹ احرم نہیں تھا۔ اسے پوری طرح حساس تھا کہ براہ راست حسہ کی چھان میں
برجی طریق کار کی خفیہ ثابت ہوتی ہے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا تیر مکان سے نکل چکا تھا۔ اور
پھر اس غلطی کا دلال ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ ہٹ میں پہنچ کر اس نے اپنی ساتھیوں کو صورت
حال سے آگاہ کر دیا۔

"ٹیک ہے؟" عمرانی سر ہلا کر یوں۔ "بھو اطمینان سے۔" لکھا جائے گا۔"

"ہو کر سر جائیں گے۔ ابھی فون بھی نہیں ہے کہ مسٹر برہڑ کی طرح کسی ہوٹل کی
سٹرل سروس طلب کر لیں گے۔"

"اند میرا پھیلے دو۔۔۔ میں کھانا لائیں گا۔" عمرانی نے کہہ دیے تم نے اچھا کیا کہ یہاں کی
پوشین سے ہیڈ کو لڑ کر کھانا کر دیا۔"

"کیسی عافیت سر رہ ہوئی تھی بھہ سے۔"

"سب چلتا ہے۔"

اور پھر آٹھ بجے کے قریب عمرانی ہٹ سے باہر نکلا تھا۔ اور ایک ساحلی ہوٹل کی طرف چل
پڑا تھا۔ اپنی دانست میں خامسا چو کنا بھی تھا۔ لیکن جب ایک دیریں کوشے میں پہنچا تو وہاں اس پر
فوت پڑے تو باقی ہو فٹس سے رہا اور نکال لینے کا بھی موقع نہ مل سکا۔

گراں پر کسی دہلی چیر کی ضرب پڑی تھی اور وہ اندھے منہ ریت پر ڈیر ہو گیا تھا۔ ضرب
سکی شدید تھی کہ ہوش دھواں برقرار رکھنے کے لئے ڈوبے ہوئے دماغ سے جنگ برپا پڑی
تھی لیکن پورے ہی کر تار ہاتھ جیسے کرتے ہی بے حس و حرکت ہو گیا ہو۔

"کھانا سے؟" ایک کو دوسرے سے کہتے رہے۔

گازی دور ہے۔ کسی نے کچھ ہوا فورمت ہوئی۔ تم گازی دھری دو۔" دوسرا بولا تھا۔

"ٹیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم بھی اس کے قریب ہی لیٹ جلا۔ تاکہ دیکھنے نہ

جاسکو۔

”گھر نہ کرو جلا“

پھر سنا چمکید ریت پر قدموں کی آواز بھی نہیں سائی دی تھی۔ ویسے نعمانی نے بھی اندازہ لگایا کہ من میں سے ایک وہاں سے چلا گیا ہے۔

دوسرے آدمی نے اپنے ساتھی کے مشورے پر عمل کرنے کی بجائے نعمانی کے قریب دو رات بیٹھ جانے کو ترجیح دی تھی۔ پھر وہی جھک کر ٹانہ یہ دیکھے گا تھا کہ نعمانی ہوش میں تو نہیں آ رہا۔ نعمانی کے رادیک ہتھ رگڑنے کے لئے یہ ایک بہترین موقع تھا۔ بعد ازاں اس نے انہیں اپنی کھوپڑی اس کے ناک پر رسید کر دی۔

”گدوٹ!“ خود سے انداز میں کرل کر دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے ہی لمحے نعمانی اس پر چڑھا بیٹھا گردن پر دھاڑا دل رہا تھا۔

”میرے کیا کر دیا سیتھاس“ قریب ہی سے آواز آئی۔

اور اگر نعمانی آواز پہچان لیتا تو اس کے ہوسٹرے دیوہور بھی نکل آیا ہوتا۔ یہ عمران کی آواز تھی۔

”چھوڑو... چھوڑو...“ وہ قریب آگیا کر بولا۔

نعمانی نے فوراً اس مشورے پر عمل کیا تھا۔ اندھیرے میں عمران کی شکل نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن وہ اس کے قریب ہی موجود تھا۔

”بیہوش ہو گیا“ عمران پر تشویش بھری نظر میں بولا۔ ”اگر تم ہی بیہوش ہو جاتے تو کیا حرج تھا۔“

”کی مطلب۔“

”تمہیں لڑائیوں کی طرح تو نہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس لیے کہنا کہ ”خود تمہیں کہاں سے جاتے ہیں۔“

”تو پھر اب کیا کیا جائے!“

”تم کھنکھو یہاں سے میں اس کے برابر لیٹا جاتا ہوں۔ اسے بھی وہ قہار سے برابر ہی لیٹ جائے گا تو مشورہ سے کیا ہے۔“

”میدان صاف ہے ان دونوں کے علاوہ اور کوئی تہذیبی عمرانی نہیں کر رہا تھا تمہارے۔“

صبح کو ساتھ سے کراہت یہاں سے چلے جاؤ۔ بیڑہ کو ان میں مہرہ تھا۔ ”تھار تھار۔“

”بہت بہتر۔“ نعمانی پھرتی سے اٹھا تھا۔ وہ کسی کے لئے عزت کا تھا۔ اس بات کو بھی تو دیکھتا تھا کہ کہیں حملہ آور کے دوسرے ساتھی سے نہ نہ جھگڑ جائے۔

گردن پر لگنے والی چوٹ اب تکلیف دہ ہوئی جارہی تھی۔ شدید درد تھا۔

بہر حال کسی نہ کسی طرح بہت تک پہنچا تھا اور جلدی جلدی اپنی روتی روتی فرار ہو گیا تھا۔ ”حق حق حق۔“

”عمران تبا تھا۔“ حاور سے پوچھا۔

”میری راست میں تبا ہی تھا۔“

”جیسا کہ مناسب ہو گا کہ اسے تبا چھوڑ دیا جائے۔“

”یہ کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔“ نعمانی نے کہا۔

”یہ تمہارا گھر اس جگہ پہنچے تھے جہاں خراج کے لئے آنے والے اپنی گاڑیوں پر کھڑے کرتے تھے۔ ان کی گاڑی بھی وہیں کھڑی تھی۔“



دونوں ابھی تک بے ہوش تھے۔ اور عمران اس کے قریب ہی ایک ترہ کر رہی پر ہر دور غار و بہشت کی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کچھ ایسی کتابیں تھیں جو اس کا تعلق نہ تھیں۔

ان کے دماغ میں تھا۔ ہر ایچریک ہوا تھا کہ اس نے بے ہوش آدمی کے دوسرے ساتھی کو بھی جاسکی کہ کے بیہوش کیا تھا۔ دونوں کو سا نیگوشیش اٹھا دیا تھا۔

”دونوں کی بے ہوشی اندازے سے زیادہ طویل ہو گئی تھی۔“

”خود یہ ہوا تھا۔ تھار تھار۔“ پھر ایک ایسی حالت میں چھوڑ کر کمرے سے باہر آیا تھا۔

پہلے کمرے میں پہنچ کر اس نے صوف پر پے طین کے بیڑے نکل گئے۔ میں جوری طور پر

”اب۔۔۔“ مڑی ہوئی نگاہیں گمراہہ بچے تھے۔ اسوای نہیں پید ہو گا تھا کہ سلیمان اتنی جلدی ہو گیا

ہو۔ ہم دیکھتے بھی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ عمران نے قہقہے ہی تک مہم دور ہونے کے لئے تاکہ کی تھی۔

اس نے پھر خبر ڈائل کی۔ تیسری بار سلیمان کی بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی تھی۔

"آپ کیا اتنی جلدی سو گیا تھا؟"

"فلون کھل گئی۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"باہر بھی تو نہیں جاسکتا اور نہ ہر وقت کانیں کانیں ہی سنتی جاتی ہے اس لئے دھوکے سے

اسے بھی فلون دے دیتا ہوں۔ اور خود بھی تھوڑی سی۔"

"مگر بھی ٹوائے گا اور خود بھی جان سے بھی جائے گا۔"

"پھر کیا کروں۔؟ کہیں سر دے لادوں۔"

"آج کتنی کالیں آئی تھیں۔"

"صرف ایک آدمی گنا بد فون کر چکا ہے اور ایک سی جملہ کہہ کر میسرور رکھ دیتا ہے۔"

"کیا کہتا ہے؟"

"عمران سے کہہ دو کیوں شامت آئی ہے۔"

"تو پھر کہہ دے۔"

"کیا کہہ دو۔"

"آدی جو کہہ رہا ہے۔"

"کہہ تو دینا۔"

"مجھے بات ہے۔ پھر کل تم دونوں کو بھی پٹے پٹے۔"

"کیوں؟ کیوں؟"

"بہن بونٹی جو زلف بھی قہقہے میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے تم دونوں کی طرف سے

تشویش رہتی ہے۔ کوئی کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ میں نے ٹال باہر کیا ہے۔"

"آخر کیا۔"

"اس بار جس سے یاد اللہ ہوئی ہے بے حد کینیز معلوم ہوتا ہے۔ میرے جسم پر رینگنے والی

جی تو بھی دفعہ نہیں چھوڑے گا۔ اگر میرا کچھ نہ پھاڑا۔"

"اس کا پتہ بتائیے۔ مگر اس کو اس کے پیچھے لگا دوں گا۔"

"مت بھڑکے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر بھی عمل ہو چکا ہے۔ قہقہے میں تالا ڈال دے۔"

"میں تو کبھی نہیں ہوں۔"

"مگر سی کئے جانے گا۔"

"تو بھی کس منہ سے جاؤں۔"

"مگر غ سے کہہ۔ وہ کوئی تدبیر کرے گی۔"

"بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے آپ نے۔"

"خیر ہوتا تو غم نہ ہوتی۔"

"ابھی بات ہے۔ سلیمان نے مرہوی آواز میں کہا۔"

"عمران نے سلسلہ منتقل کر کے رٹا کیلس کے خبر ڈائل کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زبیر

کی آواز آئی۔"

"کیا خبر ہے؟"

"عمران نے پوچھا۔"

"سب ٹھیک ہے۔ اب وہ بے حد خائف ہے۔ اغوشا دی کر رہا ہے کہ اسے باہر لگنے پر مجبور نہ

کے۔"

"مگر کس چاہتا جس سے بھی سلیقہ پڑا ہے بے حد چالاک آدمی ہے۔ اب ہٹ نمبر ایک سو

دو سے لے کر پچاس تک کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری باخبری کا احساس

میں تار ڈالوں سے غائب ہو جائے گا۔"

"یاد رکھو۔ اس وقت پیش آیا ہے۔"

"نبوت ہی میں۔ یہ تینوں ہاں ہاں بچ گئے۔" عمران نے کہا اور ہٹ نمبر ایک سو بیس کی

کوشش کی۔"

"تو کی۔ حقیقی کہنے۔ ایک زبردست خبر ہو رہی ہے۔"

"اس سے وہی فرق نہ پڑتا۔ غریب تو پہلے ہی سے تیار تھا۔ واحد کے ماب ہو جانے کا علم

میں اس نے غریب ہمارے لئے تیار کیا ہو گا۔ خدا کی حماقت تو میرے لئے لازم بن گئی۔"

ورنہ نہ کہ پھس بی جاتا۔"

"میری دانست میں علامہ کی ٹیفڈ تھی وسیع نہیں ہو سکتی۔"

"فہرہ اور بھی تو ایک نام ہے۔ اس دونوں میں کیا تعلق ہے۔ یہ دیکھ ہے کہ دونوں میں

کون کس کا زبردست ہے۔"

"شیر لو کی تشدد کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔"

"کس کی طرف سے۔"

"ہوٹل کے اسٹنٹ میجر کی طرف سے۔"

"ٹھیک ہے مجھے دو۔"

"اس کی لاش کا کیا ہو گا۔"

"فلگرنہ کرو۔ وہ مرد خانے میں آرام سے ہے۔"

"آپ علامہ اور شیردر میں سے کس پر زیادہ درد دے رہے ہیں۔"

"میری خیال کسی پر بھی نہیں۔ زیادہ فکر اس کی ہے جس کے لئے جزیہ کو یہاں سے بھیجا گیا ہے۔"

"وہ تو علامہ علی کا معاملہ ہے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ شیردر میرے لئے اور اس کے درمیان کیوں آگیا ہے۔"

"جی ہاں یہ دیکھنے کی بات ہے۔"

"مگر دونوں کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے۔ علامہ جیسے لوگ کسی کے روبرو

پہنچ نہیں کرتے۔ اور شیردر کے بارے میں جتنی بھی معلومات حاصل ہوئی ہیں ان

میں وہ بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی بلا دہشتی پسند نہیں کرتے گا۔"

"ایک ہی شخص کے دو روپ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"اس کا بھی امکان تھا لیکن واقعہ کی دریافت نے اس نظریے پر بھی نہیں ہنسنے۔"

"کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا۔" علامہ اتنے گھبراہٹ سے کہنے لگے کہ اسے کیوں اختیار کرے گا۔"

"میں نہیں سمجھتا۔"

"فرض کروا علامہ اور شیردر ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔ شیردر شیردر کا نام

اس صورت میں یہ سوچو کہ واقعہ کا علامہ کے گھر پر چڑھنے کی حیثیت سے رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"میں ان کے مطابق شیردر ہی نے اسے اس کام پر لگایا تھا۔"

"واقعی کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں معلوم ہوتا۔"

"دوسری طرف شیردر بھی علامہ کے مخصوص شگردوں میں سے تھا۔"

"تو پھر اس پر مار مار کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے۔"

"خود بخود نعمانی کو وہاں سے ہٹا کر صحتی مار چوہاں کو اس کی عمرانی پر مامور کر دیا گیا ہے۔ وہ

بڑا کوراسٹ جھیں رپورٹ دیں گے۔"

"بہت بھڑ میں جا کر ہوں گا۔"

"عمران سے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب وہ پھر ی کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں میں دونوں کو

پہنچا تھا۔"

"وہ ہوش میں آچکے تھے اور گردنیں ڈالے ہوئے تھے۔ عمران کو دیکھ کر اٹھنے کی

دشش کی تھی۔ لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔"

"تم کہاں ہیں۔" ایک نے عمرانی ہوئی آواز میں پوچھا۔"

"ہاں نہیں کہاں ہوتے اگر میں ٹھیک وقت پر نہ پہنچتا ہوتا۔" عمران سکرا کر بولا۔ "کیا تم

مگر رات کا کھانا کھا چکے تھے۔"

"سراغی نہیں ملا تھا۔"

"کھانے سے پہلے یہ بتاؤ گے۔"

"اگر اس کی تکلیف نہ کیجئے۔"

"میں چہ غلی پھلی ہی بیڑا منگو ہوں۔"

"تکلیف ہی نہ رہے میں تو من منگو لیجئے۔"

"اگلی دو۔" عمران نے کہا اور ان کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میں ہاں سے میں جن اور

پہنچا ہوں اور کھانے کے لئے بھی کچھ۔"

"وہ دونوں تہذیب کے عالم میں سے دیکھے جا رہے تھے۔ عمران اس کی طرف سزا تو دوڑا

"اس میں سے یہ بھلائی۔" آخر ہمیں کہاں۔"

"دوستوں کے درمیان۔ اس لئے زیادہ جاننے کی کوشش نہ کرو۔"

مٹی گلی میں عمارت کے مقابلے کی کوئی سوشل گیم تھا جس کی وجہ سے گلی میں دو رنگ ہائو
کھڑا نکلا ہوا تھا۔ عمران گلی میں داخل تو ہو گیا تھا لیکن عمارت میں داخل ہونے کی وہی
صورت نہ دیکھ کر پھر پلٹ آیا۔ دراصل سوشل گیم لڑا کا چوکیدہ بہت ہی چوکس دہنے والا تھی
معلوم ہو چکا تھا کہ وہاں سے جتانے کی کوئی تدبیر حیران کن تھی۔ وہ پھر جس
سیٹھا والے فٹ پاتھ پر چڑھا۔ جہاں اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھی۔ گاڑی میں بھی بیٹھ گیا
لیکن انجن اندھ کرے کی بجائے اسٹیجنگ پر سر رکھ کر شہر ہاؤز کے چھتک کو گھورنے لگا۔
بھی بھی اب بھی ہوتا ہے کہ لوگ کسی کام کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں لیکن عمارت
تھیں نہ ہو سکتے کی بنا پر انہیں پاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتا پڑتا ہے اس وقت عمران بھی کچھ ایسی
کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ لیکن دین کے مٹی جسے میں کہیں نہ کہیں روشنی کی کوئی مدد ہم سے
ضرور موجود تھی۔ مٹی کچھ ہو کر رہے گا۔

اسی لایچر میں ادا ہو جائے گا۔۔۔ وہ جس چڑچڑاہٹ میں تھا اسی میں بیٹھ رہا۔۔۔

ادائی جا گئے تھے لیکن عمارت کی بعض کھڑکیاں اب بھی روش تھیں۔ شاید اس پر
معمولی بات نے اسے وہاں روک رکھا تھا۔ ورنہ اس کا کوئی منطقی جواز نہیں تھا۔ دراصل یہ سوشل
کر لار کیا تھا کہ عمارت میں بے ضابطہ طور پر داخل ہو کر دیکھے گا کہ وہ کسی قسم کی سرگرمیاں
مرکز بنی ہوئی ہے۔ لیکن عمارت کا محل وقوع اس بے ضابطہ کاروائی کے لئے سوزوں کا باعث بن
ہو چکا تھا۔

اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سیٹھ میں اس سے مٹی ہوئی ہے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ میں
اس دونوں کے حوالے کر کے کہتا کہ وہ اسے شہر ہاؤز لے جائیں۔ اور پھر اپنے دوسرے گھروں
سمیت تھوڑی دیر بعد شہر ہاؤز پر دھڑا ہوا۔ اس طرح کھڑا کہ یہ تو معلوم ہو ہی جاتا کہ وہ
معمولی پر کیا گزرنے والی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ بھی شہروری پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب
ہو جاتا۔

حیرت دہن گزرتے گئے اور پھر وہ وہاں ہی کی سوچ ہی رہا تھا کہ عمارت کا چھتک کھلا
چوکیدہ باہر نکل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک سیٹھ سید گاڑی پر آہ سوئی تھی
اور اس کا رخ سڑک پر مشرق کی سمت موڑ دیا گیا تھا۔

چھتک کو بند کرنے میں چوکیدہ نے بڑی محنت سے کام لیا۔ اور وہاں ہی تھا جیسے اب
مہمان کا سانس لے گا۔ عمران اپنی گاڑی سٹارٹ کر کے عمارت کا آئینہ کر چکا تھا۔ اگلی گاڑی خاص
تقدیر سے راستے سے گزری تھی۔

اور پھر اچانک ایک جگہ سے ایک اور گاڑی بھی اس دوڑ میں شریک ہو گئی۔
دونوں گاڑیوں کے درمیان جھگڑا ہو کر رہ گئی تھی۔ عمران نے نہ اس میں مداخلت کی۔ لیکن وہ
ان کے بارے میں کوئی نظریہ قائم نہیں کر سکا تھا۔ وہ کوئی غیر متعلق آدمی بھی ہو سکتا تھا۔ یہ
بھی ممکن تھا کہ اگلی گاڑی والے کی دیکھ بھال کے لئے پہلے ہی کسی سڑک پر موجود رہا ہو۔
بھی بھی خود عمران کو بھی اس قسم کی حیرتیں کرنی پڑتی تھیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کا
عقب تو نہیں کیا جاتا پہلے سے اپنے گھوٹوں کو مخصوص مقامات پر متعین کر دیتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے محسوس کر لیا تھا کہ درمیان گاڑی والا اگلی گاڑی سے آگے نکل
جانے کے لئے کوشاں نہیں ہے۔ عمران نے دونوں گاڑیوں سے اپنا فیصلہ برقرار رکھا۔

پھر اگلی گاڑی کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ درمیان گاڑی نے رفتار
بڑھائی۔ عمران ہل پر ہدایت دیتا رہا کہ خپے اسے ہی آگے نکل جانے کا موقع مل جائے۔ مگر
درمیان گاڑی تو جیسے اس کا راستہ ہی روک رہی تھی۔ سڑک زیادہ چوڑی بھی نہیں تھی۔ اگر وہ
گاڑی کسی قدر بائیں کو دب جاتی تو شاید عمران اس سے آگے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتا۔
پھر دھڑا وہ گاڑی رگ ہی گئی۔ اگر عمران نے پورے ہر ایک نہ لگائے ہوتے تو مگر ضرور
ہو جاتی۔

”کیا بیٹھ میں درد ہو رہا ہے۔“ عمران مطلق چہرہ کر دیا تھا اور پھر وہ بڑی پھرتی سے نیچے اتر
گیا۔ لیکن بند کئے بغیر۔

اس وقت وہ ریڈیو میز میک اپ میں تھا۔

دوسری گاڑی سے بھی کوئی اتر چکا اور آگے جا کر یونٹ اٹھانے لگا تھا۔
”کیا ہو گیا۔“ عمران اس کے سر پر ہلکی کر غریب، اگلی گاڑی کی نسل لائٹ نظر دے ہو چلا
ہو چکی تھی۔

”سناٹی چاہتا ہوں جناب! پتا نہیں کیوں انجن آپ ہی آپ بند ہو گیا۔“ اس نے کہا۔

انہ میرے میں اس کی کل نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن جماعت کے اقبال سے مختصر سا آدمی
معلوم ہوتا تھا۔

”مگر میں یہ کہوں کہ آپ نے دیدہ و است اس طرح گاڑی روکی ہے کہ میں آگے نہ
سکوں۔“

”میں تو آپ کو جانتا تھا نہیں۔ پھر یہاں کیوں کروں گا۔“

”یہی تو چاہتا تھا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”تو پھر بیٹھ بیٹھ کر میں نے دیدہ و است گاڑی نہیں روکی۔“

”دور و افق اشارت کرے گی کو شش و تہی۔“

”شاید نہیں۔“

”کیا آپ نشے میں ہیں جناب! کبھی کبھی یہ بھی ہو جاتا ہے لیکن دوبارہ اشارت کرے میں
انہ اشارت ہو جاتا ہے۔“

”دراصل میرے ہمدرد کا قصور ہے میں بہت روتی تھا۔ اب اشارت کر کے دیکھتا ہوں۔“
اور جی جی ان اشارت ہو گیا تھا۔

”بند کر دو۔“ عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

”جی۔“ ”دراصل پڑا۔“

”پوئیس!“

”کیا مطلب!“

”تم نے سرکاری کام میں دھت کی ہے۔ اس نے چو میرے ساتھ۔“

”دیکھئے مسٹر! میں قانون دان ہوں۔“ ”مافی کوٹ میں پریکٹس کرتا ہوں۔ شاید آپ سے
تو بھی ناہو دور سہلی۔“

”ہاں سنا ہے۔“ ”لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اتنا بڑا ایک وکیت بد معاشوں کی پشت پناہی بھی کرتا
ہے۔“

”گگ۔“ ”کیا مطلب!“

”میں سن کا تعاقب کر رہا تھا۔“

”سہیں۔“ ”دو ایک بار پھر اچھل پڑا۔“

”تھیں اس پر حیرت کیوں ہوئی ہے۔“

”یہی آپ اس سے واقف ہیں جناب۔“

”وقف نہ ہو۔“ ”تو تعاقب کیوں کر گا۔“

”یہاں سے تعاقب شروع کیا تھا۔“

”جناب کی کوئی سے رآمد ہو تھا۔“

”عدالتی حرم رعد نہیں چھوڑوں گا۔“ ”دو دنات نہیں کر پڑا۔“

”دور بتا تھاں ہے۔“ ”عمران سے پوچھا۔“

”میں سہیں پڑا۔“

”مافی یہ دور سہلی۔“ ”میرے گھر سے کوئی آیا تو ہی۔“ ”تد سہیں سو لگتا جس سے شکاے

سے میں وقف۔“ ”ہوں۔“ ”تمہارے چو کیہ رنے اس معزز مہمان کے لئے پھانک کھول تھا۔“ ”اس

کی شاندار گاڑی کپڑے سے برآمد ہوئی تھی۔“ ”خیر تم یہ بتا نہیں کاونا تم پر یہ دور کی عادت کر

ہوں کہ اسے بھی اس کا علم ہوئے پاس۔“ ”کہ پوئیس اس پر نظر رہتی ہے۔“

”برآمد کر آپ میرے گھر چلے۔“ ”میں اپنی پوئیس صاف رتا چاہتا ہوں۔“ ”اندر سہلی تھی

تھی ہی آواز میں ہوتی تھا۔“

”عمران سے اس پر آہل کی ظہری تھی اور دونوں کے پیچھے رہے ہوئے تھے۔“

”چو کیہ ر کو ایک بار پھر پھانک کھول پڑا تھا۔“ ”دونوں گاڑیاں کہاں سے داخل ہوئی تھیں۔“

”عمران گاڑی سے اترا اور سہلی سے اسے رشتی میں دیکھ تھا اور پھر کسی قدر دوس نکھر

سے بگا تھا۔“

”گگ۔“ ”کیا ثبوت ہے آپ کے پاس کہ آپ کا تعلق پوئیس سے ہے۔“ ”نہ نے کہا۔“

”اس کے علاوہ کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتا کہ تمہیں بروہی یہاں سے لے چوں اور

بڑ کر دوں۔“

”قانون کی حکمرانی ہے یہاں۔“

”اسی لئے کچھ دیر پہلے تم نے قسم کھائی تھی کہ تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے۔“ ”عمران سے

طریقہ = پتہ

”جس کی بات ہے“

”وہی دوسری بات ملک چاہتا چاہتا ہو۔“

”مجھے تو آپ ہی کے گھر کے معلوم ہوتے ہیں جناب“ اسی کی یہ دھت آپ سے ہو رہی تھی۔
 ”ابھی پانی جاتی ہے۔“

”اگر مرنے والے صاف کر دوں تو صاحبِ کلام نکل آؤں گا لیکن جدید ترین فیشن کا جامہ پہن کر بے کمر بچہ نظر آؤں۔“ وہ آخر تم مجھے یہاں کیسے رہا ہے تھے۔“

”اپنا طمیتاں کے بغیر بات نہیں کروں گا۔“

”میں اپنے ’میسر کے علاوہ کسی‘ ہے کا مذاق دکھانے کا مجاز نہیں ہوں۔“

”نور تو کار خاص کا فلک! اس پر نظر دے دوئے ہے۔“

’کی بات ہے۔‘ ”عمران سر ہلا کر جاتا۔

در سہولت تدبیب کے عالم میں کھڑا سوچنا رہا۔ غمراہ اسے ٹانگے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

بعض کی طرف سے ایک سو فی توہائی۔ ”تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو، رفیق“

جس نے عمر بھر میں نو یا گیارہ بار اور لپیٹ بھی نہیں لگی تھی۔ انہیں چونک کر آواز دی جاتی ہے۔

ب خاصہ غلٹ سفیدہ میر علی حوریت خلی "آہستہ آہستہ چلتی" فی اس کے قریب تھیں۔
قریب بھی تھیں کیوں جاگ رہی ہو۔ اور شب حوالہ کے ساتھ ساتھ کہ انکا

پاور سلیڈائی پختا کریو۔

”بے وقوفی کی باتیں شروع کر دیں تم نے“ وہ عرماں کی طرف دیکھتی رہیں۔
”تعارف کرواؤ۔“

۱۷ عید اماناں! ۱۸ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”میں تھیلیاں مار، سرفروشی ہوں“

”تم اندر چاہو“ ”میرا ہاتھ چلا کر چلو“

”کیا بکواس ہے؟“ نشتے میں ہو شائد کبھی مسٹر ایکہ تم، ہمیں پہنچنے آئے ہو

میں پتے ہیں تو پتے ہی پتے جاتے ہیں۔"

”میں تشے میں نہیں ہوں تم ادر جاؤ“

وہ شائد اس کی بیوی تھی۔ خاصی قد آور اور توانا اور خوشحال۔ اس کے مقابلے میں بیڑہ کی گھبراہ

عمران دونوں کو بڑی حد تک بھی سے دیکھتا رہا۔

”تمہیں آرمی ضرورت ہے ذرا لگ ۱۰۰ روپے۔ پیر سے بولی اور جھک کر آئے وہاں

ماہنامہ شہزادہ کی طرح مچلے تھا۔

”یہ کی ہے ہو دگی ہے پنہوزو ہکتیہ دہیل“

”میں بُرا نہیں، مگر تم نے مجھے اس نے اُسے چپے چپے پر جکڑتے ہوئے کہا اور عم اب

۱۔ ”تم جانتے ہو منتر بہت بہت شکر ہے۔“

پھر وہ چور سہائی کراہی طرح اٹھائے ہوئی تیزی سے برآمد۔ اس کی طرف جھٹکی تھی۔

عمر کی حیرت سے نہ کھولے کھڑا رہا اس کی سمجھ میں نہیں تھا تھا کہ اسے کیا رہا ہے۔

۱۱ تجارت میں داخلہ ہو

”ہر گز مجھے جتنہ“

”ابو ہاشم“ محمد بن حنفیہؓ

”کہا آپ پہلی بار صاحب سے ملے ہیں“ ”چونکہ ہر نے سواں

”میں بھائی! لیکن یہ اتنی وقت تقسیم نہ کر رہا تھا۔“

44

47

عمر ۱۱۰ کے کندھے پر تھوڑے کرے ایک کی طرف بڑھتا ہوا۔ "میں حیرت سے دیکھ

مکتبہ صاحبزادے

کے خلاف سزا دینے کے لئے مشورہ کر رہے تھے۔

"پہلے آپ اپنی گاڑی باہر نکال لے جائیے۔ کہیں گھر کھڑی کر کے آجائے۔ میں باہر مل گا۔ ابھی وہ حرافہ یہ دیکھنے ضرور باہر آئے گی کہ آپ چلے گئے ہیں یا مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔" عمران بڑی بھرتی سے اپنی گاڑی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چونکہ وہ کیڑوں کی بدولت کے مطابق باہر نکال چکی اور قریب ایک فرسنگ کے واسطے پر پارک کر آیا تھا۔

یہ کیڑا حسب وعدہ پھانک پر مڑا اور نکلا۔

"پچھلے میرے کمرے میں اس نے کہا۔

اس کا کہنا کیا ڈھکی چھپی میں تھا لیکن اس کا رد و قدر سڑک کی طرف نکلتا تھا۔

"تم بہت اچھے اور ہلکے کے وعدہ ہو رہے۔" عمران نے کہا۔

"ہو نا ہی چاہئے۔ صاحب کے باپ کے وقت سے تنگ خواہ ہوں۔ یہ سو رکی بنا آپ دن کی بات ہے۔ آپ جیٹے جائیے جناب۔"

عمران اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "توکیل صاحب نشہ نہیں کرتے؟"

"ہرگز نہیں جناب! مجھ سے زیادہ کون جانتے گا۔"

"مجھے راستے میں ملے تھے اور اس محل میں کہ ایک لمبی سی گاڑی پر چڑھ کر رہے تھے۔"

"شب کی بات ہے۔"

"نہی کوئی آدمی مجھے پہلے کی۔"

"اچھا تو پھر۔"

"اس گاڑی سے ایک لہانہ نکلا ہے۔ کل کمرہ کی طرف چھٹا تھا۔ اگر نہیں چلا میں نہ کرتا۔"

نے انہیں مدد دی اور نکلا۔"

"دوسری 7 صبح ہو گا۔"

"کوئی؟" عمران نے پوچھا۔

"ہے ایک۔۔۔ اچھا تو پھر۔"

"تو پھر یہ کہ وہ مجھے دیکھ کر گاڑی میں بیٹھا تھا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ توکیل صاحب اس کی

گاڑی کے پیچھے دوڑے تھے۔ لیکن وہ کل گیا تھا۔ اس کے بعد توکیل صاحب وہیں کھڑے بیٹھ گئے۔

اسے گالیاں دیتے رہے تھے اور پھر گر کر بے ہوش ہو گئے تھے۔"

"خدا سے عذرت کر۔۔۔" چونکہ وہ رات میں کمرہ

"خدا کو کون ہے۔"

ایک شیشی... جب تک وہ نہیں آیا تھا۔ دونوں لمبی لمبی زندگی گزار رہے

تھے۔ یہ صاحب کا دوست ہے۔"

"توکیل صاحب اس فیر لمبی عورت کے مجھے کیسے چمک گئے۔"

"جب لندن میں تھے تب شادی کی تھی اس سے۔"

"تو عورت ہو اشدی کور۔"

"نہ سہ ماہی۔"

"اور اس ہی سے کب سے دوستی ہے یہ صاحب کی۔"

"نہی کوئی سہ ماہی۔"

"نہی شادی توکیل صاحب کو یہ دوستی پھر نہیں ہے۔"

"نہی بات ہے۔" چونکہ اس سر ہلا کر بولا۔

"بڑی طاقتور عورت معلوم ہوتی ہے۔ بچوں کی طرف کو میں انھیں لے گئی ہے چارے کو۔"

"نہی اب کیا بتاؤں صاحب! عذاب مارل ہو ہے صاحب پر۔ ہر تہی نہ سے شادی ہو۔"

"توکیل صاحب چپ چپ بیٹے رہتے ہیں۔"

"نہی اس کے ساتھ بھی چلتے ہیں! ابھی کبھی کبھی کی طرف کاتے اور بھسوزتے ہیں ایک

دوسرے کو۔"

"اچھا۔ یہ بھی رہتا تھا ہے۔"

"یہ تو نہیں معلوم۔"

"گاڑی کا نمبر؟" ہے۔ "عمران نے پوچھا۔

"کوئی ایک گاڑی ہو تو سر بھی پلا رہے۔ درجوں گاڑیاں ہوں گی اس کے پاس رہا رہی

کاں ہوتی ہے۔"

"کوئی وقت مقرر ہے آنے کا۔"

"نہی جب بھی منہ اٹھا چلا آتا ہے لیکن آتا ہے رات ہی کو۔"

"دیکل صاحب سے شک نہ ہاگل نہیں بنتی۔"

"وہ تو کل تک دیکھنے کی رو رو رہی تھی۔"

"اور وہ اس کا کہنا نہیں مانتی۔"

"نہیں صاحب من مانی کرتی ہے اور مجھے بھی رات بھر جاگنا ہی پڑتا ہے۔"

"جو کیدار کہاں جاگتے ہیں۔ ایک آدمہ بھی لے ہی بیٹے ہیں۔"

"نہیں تمہیں کد جاگنا پڑتا ہے۔"

"آج ہی رہتا ہے کوئی نہ کوئی اب آج ہی غم ہوا ہے کہ کوئی پیدا ہوا جائے گا جیسے کہ آپ کے

مرامروں کو جگا دیا جائے۔۔۔ یہ دیکھتے ہیں سوچ بوجھ پر کئی جن لگے ہوئے ہیں۔

دہانے سے اس کے سونے کے کمرے میں گھنٹی بجے گی اور وہاں مریض کے لئے بارش آئے گی۔"

"دیکل صاحب کو معلوم ہے۔" مریض نے پوچھا۔

"من کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ تم نہیں جانتے انہیں۔"

"جو بات ضروری معلوم ہوتی ہے تاہم دیکھو۔"

"مریض وہی بات بتائی ہے۔"

"نہیں۔۔۔ وہ بات سنا بھی نہیں چاہے۔ انہیں تو بس اس حرام دلوے بھی کی

کسی طرح اس کا ہذا فرق ہو۔"

"تم بھی بات ہے دوست۔ اس تم سے ملکر ہوں گا۔ اب اس کی گازیوں کے قبر ضرور

کر چور مجھے دیو اچھے سے بھی تہہ دی ہو خدمت ہو سکے گی کروں گا۔"

"مگر آپ کیوں۔۔۔؟ جو کیدار کے لچے میں حیرت تھی۔"

"میں غم میں ملازم ہوں اور چوں کہ فکر رکھتا ہوں کہ یہ چرس کے کاروبار

لوٹ ہوتے ہیں۔ اس بھی کو بھی دیکھوں گا۔"

"خدا کرے کہ تاہم چرس کا کاروبار نہ کروں پھنسے حرامی کی۔۔۔ میں ضرور

آپ کی صاحبانے فکر میں۔"

"مگر اس ملک کا علم بھی ہو کہ وہ نہ پائے جو میرے اور تہہ کے درمیان

"سوال ہی نہیں یہ ہو تا صاحب۔"

مرحوم نے وہی سے رخصت ہو کر پھر سانچے میں پیش کی رولی تھی یہاں آپ ہاتھوں میں

سے دو افرو کو منتخب کیا تھا اور انہیں ضروری ہدایات دے کر اس کمرے میں آیا تھا۔ جہاں دونوں

بیدی سو رہے تھے۔ اس نے انہیں جگا دیا۔ وہ اٹھ تو کھڑے تھے لیکن ان کے چہروں سے صاف ظاہر

ہو رہا تھا کہ اس طرح دیکھا جانا پسند نہیں آیا۔

"خوش خبری ہے۔ دوستو۔" مرحوم چپک کر بولا۔ "نہیں نہیں خوش خبری سارے

سے پہلے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔"

"تم نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے پکڑ لینے کے بعد بیہوش کر کے اور مریض پکڑ کر

پھرتے جاؤ گے۔"

"جب وہ اتھری نہیں آسکا تو کیا بتاتے تھے ہاں برادر صاحب کی طرف سے ہی

دانت ملی تھی۔"

"وہ اتھ آگیا ہے اور مریض بھی ملایا جاتا ہے۔ پھر پھر پھر سید ڈال می بھی لگا دی گئی ہے۔

سے تم تمام پھرتے جاؤ گے۔ وہاں ایک اگر یہ صورت ہوگی۔ اس کے حوالے کرنے کے بعد یہ

بھی بتاؤ گے کہ مریض ایک لپ میں ہے۔ ڈال می معوی ہے۔۔۔ اور تم نے احتیاطی تدبیر کے

حوالے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔"

"آپ بڑی مہربانی کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں چاہتا کہ ہم سب ہاں کے ہاتھوں پر ڈالے جائیں۔"

"کیا مطلب؟" دونوں بیک وقت اچھل پڑے تھے۔

"برادر سے پہلے تمہیں کسی سے شکایت ملے تھی۔" مرحوم نے انہیں غور سے دیکھتے

ہوئے سوال کیا۔

"شہزاد صاحب سے۔"

"تو وہ بچا وہ اب اس دنیا میں کہاں۔"

"کہے کیوں۔"

اس سلیطے میں عمران نے تھیلی کو ہن کے حوالے کرنے کی بجائے خود ہی خطرہ مول لیا۔
فیصلہ کیا تھا۔ دوسرے میک اپ میں تھا۔ پہلے اپنے چہرے پر پلائنگ میک اپ کے ڈر پیچے کچھ اس
قسم کی تہہ پٹی کی تھی کہ تھیلی سے کسی قدر مشابہت پیدا ہو جائے۔ پھر یہ میک اپ سفید آئینی
چمکائی تھی اور بے ہوش بنا دیا تھا۔ پھر اس کے ہاں دونوں آنکھوں نے انہیں پہلے ہی بات
دے چکا تھا اسے ایک بند گاڑی میں ان دونوں سمیت اس جگہ پہنچا دیا تھا۔ جہاں اس کی گاڑی حرن
کی گئی تھی۔ اس طرح یہ سر شروع ہو گیا۔ جس کا اختتام صرف عمراس کی حد تک متناہ ہو
ہوئے والا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ستانہ باز کے چھانک پر رکی تھی اور چوکیدار اس کی طرف آیا تھا۔
"اصطلاح سے دو کہ مریض آگیا ہے" ایک نے گاڑی سے باہر سر نکال کر کہا۔
چوکیدار پھر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

ڈر اور دوسرے وائس آفٹر چھانک کھول دیا۔ "گاڑی اندر لے آئے جناب۔"
کپڑوں میں کچھ رینگ گاڑی کھڑی رہی تھی۔ پھر عمران کو تھیلی کی آواز سنائی دی تھی۔
"کیا وہ ہوش میں ہے؟"

"نہیں۔ ابھی ہوش میں نہیں آیا۔" جواب دیا گیا۔

"تو پھر اس کو اندر پہنچانے میں مدد دو۔ اچوکیدار گھر کے اندر نہیں جائے گا۔"

"بہت بہتر محترم۔"

دونوں نیچے اترے تھے اور عمران کو گاڑی سے اسی طرح فرش پر ڈال دیا گیا تھا۔ پھر ایک
اس کی ہاتھوں میں ہاتھ دینے تھے اور دوسرے نے انہیں تھامی تھیں۔

ایک کمرے میں پہنچا دینے کے بعد تھیلی کو بتایا تھا کہ احتیاطاً بیوش آئی کے چہرے پر
ڈال دی چمکائی گئی ہے!

"تو اس کی ڈال دی بھی تم ہی ٹھیک بناؤ۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔" تھیلی نے کہا۔ اور عمران
چہرہ صاف کر دیا گیا۔

سب تم لوگ جانتے ہو۔" تھیلی نے ان دونوں سے کہا تھا۔

ان کے جانے کے بعد بھی وہی کمرے میں ٹھہری رہی تھی۔ عمران آنکھیں بند کئے بیٹھ گیا۔

پھر بعد اس سے قدموں کی آواز سنی تھی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تھی۔ اس نے
میں میں دروازہ کر کے دیکھا۔ وہ جاگتی تھی۔

پھر اس نے اپنے ہی سینے کر کے کاپڑوں یا تھا۔ خوبکامی تھی کسی کی بستر آرام وہ تھا اور
تھوڑی دیر کسی جانی شلپ کا ڈاکٹر مظلوم ہو رہی تھی۔

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا اس نے۔ اسے ایک طرح سے
پہنچائی کہنا چاہتا تھا۔ اندھی چال جس کے پھر میں یہ سب کچھ کر گذر تھا اس کے بارے میں
بھی طرح جانتا تھا کہ قتل کر دیا اس کے ہاتھیں ہاتھ کا کام ہے۔ لیکن پھر بھی اس نے آنکھیں بند
کر لیں۔ اس انداز سے کنویں میں چھلانگ لگائی تھی۔ اور اب اتنے طمیتاں سے اس بستر پر پڑا ہوا تھا
یہ طرہ سب دہلی قیام کر کے کا اتفاق ہوا ہو۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کے باہر سے چیخ چیخ کر پوچھنے کی آواز آئی تھیں۔ ان میں سے ایک
تھوڑی دیر پر پور سلیط کی تھی۔ اور دوسری تھیلی کی۔ وہ کہہ رہی تھی "سیری ایک دوست کا
ہو ہے۔ ذہنی مریض ہے ان دونوں کو کہیں پڑا ہوا تھا۔"

"تو دونوں اسے یہاں کیسے پہنچا گئے؟" پھر چھوڑ
"بے ہوش تھا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ ان دونوں کو کیا مظلوم کہ وہ تمہاری کسی سبکی کا بھائی ہے۔"

نبہ توقف آدی یہ دیکھو یہ کلرڈ اس کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔ اور یہ تھیلی کا کارڈ
تھوڑی دیر تھا۔ پتہ بھی موجود ہے مگر کا بھی اور دفتر کا بھی۔

"اسے میرا کارڈ کہاں سے ملا؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔"

"نہیں، کیوں گا کہ وہ کون ہے؟"

"مجھے نہیں" ڈاکٹر کو "جانے دو۔ میں نے فون کیا ہے۔"

"میں ڈاکٹر کو"

"اسی سبکی میں اس شخص کا پکا ہے"

"یہاں ہے"

میں نے اس کے دہن میں یہ بھی محسوس کیا کہ یہ چہرہ بھی جانا پہچانا تھا۔
 "خیر، یہ تو اپنی نہیں تھی۔"

یہ حال جو پہچان بھی تھا بعد ہی سامنے آئے وہ تھا وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے چلا رہا تھا۔
 "نفسی طور پر غیر مستعد۔ شاید اسی لئے کہ وہ دیر بعد سوچے گا کہ کیا وہ جی جی میں پگل ہو گیا ہے۔"
 "پگل ہی کیسے؟" وہ آستے سے بڑبڑایا۔ "یکھا جائے گا۔"

پھر پر بھی ہوئی نام نہیں پر نظر ڈالیں صبح ہوئے اہل تھی۔
 "پھر پھر، یاد رکھو کہ اس کا ہینڈل گھوسے کی آواز آتی تھی۔ دروازہ ملا تھا اور پھر بدبو مچا تھا۔"

"ہاں، اب بھی ہے ہوش ہے یا سو رہا ہے۔" یہ تھماتی اور تھی۔
 "تم آگے بڑھ کر اسے بلاؤ جلاؤ۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔" کسی مرد سے ہوا۔
 "خطرناک آدمی تو نہیں ہے۔" تھماتی کے بچے میں چپکا ہوا تھا۔

"میں یہیں جاتا ہوں تو اب دیکھوں گا۔ ویسے تم بے فکر ہو۔ میں کل یہیں پہنچا ہوں۔"

"اچھا۔"

پھر عمر اس کا بار پکڑا پھوڑنے لگی۔
 "سوئے ہو۔ بھاگ جاؤ۔" عمر اس نے اردو میں جڑ کر کرنا شروع کیا۔

"خیر، اٹھ بیٹو۔" تھماتی رو رہی تھی۔
 "خیر، اٹھ کر اٹھ بیٹو۔"

"بابا، میں نے اسے اپنے ۱۰۰۰ روپے میں خرید لیا ہے۔ یہ تو نیوٹن
 کے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ایک روپہ اور غلہ آیا تھا۔"

"تو بھلا اس نے سوچا۔" تو آپ ہیں۔"

اس برآمدہ کو بھولی حالت تھا۔ قریب پانچ سال پہلے جو اسٹاکس بے اثر میں تھا۔ یہ کیا تھا۔
 "میں یہ مقدمہ چلائے بغیر چھوڑ بھی دیتا تھا۔ وجہ جو پہنچ گئی تھی وہ ہر چند کہ عمر اس کے گھٹے
 سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر بھی شہر میں ہوئے والے واقعات سے وہ پوری طرح باخبر رہتا
 تھا۔ اس کی یادداشت کے پھر سے میں کھوٹا بھی رکھتا تھا۔"

"اس برآمدہ کے بارے میں اس کا علم صرف اس حد تک تھا کہ اسے مانی گیری کی چیز
 ہے۔"

"ڈاکٹر برنارڈ۔"

"نیکس یہ تو کسی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ایک مجھ سے نہیں تھی۔"

"ڈاکٹر برنارڈ بھی، یہی ہی آدمی ہے۔ تم فراموش کر دو۔"

"میں تو انہیں چاہتا تھا۔"

"اب میں تمہیں انہیں دوں گی ڈاکٹر۔"

"ہوسکتا ہے؟" سہلی بیچتا تھا اسے ہی چنانچہ آواز آتی تھی۔ شاید وہ کچھ جھڑپا تھا۔
 "نہ۔"

"تجربہ کی بچی۔"

اور پھر دیکھا کہ شہر کی آوازیں آتی تھیں۔ شاید دونوں ایک دوسرے کو پہنچ رہے تھے۔
 "سہلی کہہ رہا تھا۔ مگر تو مجھ سے مطمئن نہیں ہے تو پھر پھوڑ میرا۔"

"چپ رہو کچھ۔۔۔" تھماتی دہری "میں تمہیں قہر میں پہنچاؤں گی۔۔۔ کسی دن۔"

"ہاتھوں تمہاری موت واقع ہوگی۔"

"میں تجھے مطلقاً دوں گا۔"

"تو تو یہی نہیں سکھ۔ شاید تمہارے قانون کے مطابق نہیں ہوتی تھی۔"

"قانون کے مطابق ہوتی تھی۔ لہذا جب تک میں نہ چاہوں مجھ کی نہیں ہو سکتی۔"

"میں تجھے مطلقاً دوں گا۔"

"تو شش کئے جاؤ۔" تھماتی بولی۔
 "تمہارے ارے۔" وہ کتیا۔ "میں تجھے عادت کرے۔"

یاد رہے کہ سہلی کی آواز بند رہی اور ہوتی تھی۔ عمر اس کچھ گیا کہ پہلے کی طرح وہ پھر
 ہاتھوں پر اٹھ لے گی ہے۔ عجیب جڑ تھا۔
 "اور یہ تو خالص ہی ہو گیا تھا کہ پھر سہلی نے اسے خود ان معاملات میں محو نہیں کیا۔
 حالات کی نوعیت تک سے بے خبر ہے۔
 "تھماتی نے ڈاکٹر کے منہ سے اسے ساتھ لے کر لایا تھا۔۔۔ تو پھر برآمدہ آ رہا تھا۔
 "ایک لمحے۔ وہ یہی نہیں۔۔۔ اور یہ برآمدہ کچھ شہر اس کا تھا۔ عمر اس کو۔۔۔ اس کا۔"

ہے۔

"کیا تم کو نہیں جانتا۔"

"جانتا ہوں تا تو چہ جانتا کیوں۔"

"اس کا نام کوہرا ہے۔"

"جیسا کا ناگ۔"

"تو دلی چاہے کچھ لو۔۔۔ اس نے مجھے اپنا ہی نام بتایا تھا۔ پھر میں کیوں الجھن میں پڑا۔ اس کا اصل نام کیا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ رہتا کہاں ہے۔"

"بڑا عجیب دوست ہے اور بڑی حسرت انگیز ہے یہ دوستی۔ ویسے میں دیکھ لیتی کرتا ہوں۔ میں اس کے ہاتھ آئے بغیر یہاں سے نکل گیا تو وہ جھینڈو نہیں چھوڑے گا۔"

"کیوں؟"

"اسی قسم کا آدمی ہے۔ جس سرے کے ہارے میں اسے شہر بھی ہو جائے کہ چل جائے اسے خود ہی لٹکانے لگا دیتا ہے۔"

"تم کیا جانتو۔"

"اسی جلتے ہی کی بنا پر وہ مجھے زعمہ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بتاؤ۔ میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔"

"اگر جاسوسی چاہتی ہو تو توئی لیل میرے ساتھ نکل چلا۔ ورنہ اگر کچھ لوگ اور بھی نیچے تو دشواری ہوگی۔"

"تم مجھے کہاں لے جاؤ گے۔"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"کسی طرح احوال کر لیا جائے تم پر۔۔۔ اور ہر سب سے بڑی بات تو یہ کہ اس کے بغیر میں ایک دن بھی زعمہ نہیں رہ سکتی۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا ہوا۔

"کیا خیال تھا۔"

"اس نے جھینڈو میں کسی گھنیا قسم کے نیشے کا علاقہ بنا دیا ہے۔ وہ کچھ نہ بولی۔"

"عمران نے کہا۔" میرے ساتھ چلو میں بھی فراہم کر سکوں گا تمہارے لئے۔"

"محب تک۔"

"جب تک تم کوگی۔"

"کوہرا۔ سب تم خود ہی دیر لگا رہے ہو، جانتا ہے تو نکل جاؤ، ورنہ ہو سکتا ہے کہ کچھ اور لوگ میری سی جائیں۔ ویسے میں جھینڈو کے ساتھ نہیں کہہ سکتی مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"جھینڈو کے علاقے میں نہیں چھوڑ سکتا۔"

"بہا مطلب۔"

"جھینڈو کے علاقے میں جھینڈو میں جھینڈو۔"

"میں یاد رکھتا ہوں کہ میں جھینڈو میں کیسے نہیں کروں کہ تو کچھ کہہ دے۔ سوچ کر۔"

"ہاں آں ہو سکتا ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولتا۔ "یہ عمل ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔ اگر میں اسے اس کے ساتھ لے جاؤں تو وہ جھینڈو میں جھینڈو ہے۔"

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ اس کا نام کوہرا ہے۔ بہت بات ہے۔"

"تمہارے بچے جس مہیا کرتا ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولتا۔ "یہ کچھ یہ تمہارے کار کے معنی ہے۔"

"کیا کچھ سو۔"

"میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"لیکن... صاحب..."

"یہ قوف میں نہیں بدلے ہوئے ہر۔ یہ آخر توڑ سے نہیں بچاؤں گے۔"

"جی صاحب! آواز قوفی ہے۔"

"میں بھی وہی ہوں۔ یہ شخص کچھ دیر پہلے یہاں آیا تھا۔"

"جی صاحب۔"

"اس دن گاڑی کدھر ہے۔"

"تو وہی دھڑ صاحب۔"

"چھاتم جلدی سے یہاں کاروائی بجا رہا۔"

اس نے بڑی بھرتی سے علم کی ٹیکس کی تھی۔ کپڑوں میں اندھیر چھائی۔ لیکن راز کے روشنی تھی کہ اسے گاڑی کا بیوی نظر آسکا۔

چونکہ اس کے قریب تکڑا ہوا تھا۔ اس نے بڑا ڈکوتراں کے کاغذ سے بکری میں چھل کرنے میں بھی مدد کی تھی۔

"دیکھو! اگر کوئی تم سے کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ مریم کے آنے کے بعد ایک صاحب بھی آئے تھے اور مریم کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہ کہنا۔"

"بہت اچھا صاحب۔"

مریم نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور کپڑوں سے نکلا چلا آیا تھا۔



علامہ دہشت آرام کری پر نیم اور انہی کلب کے مقابلے میں منہمک تھا۔ وہ لوگ کھلی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریمو انڈیا تھا۔ اور دوسری طرف سے ہونے والے کی سن۔ بھونک سکر تھیں۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو، اس نے پوچھا۔"

"گھر سے جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جسے دھوکا نہیں دیا ہے۔"

"وہی بتانے کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"آجی۔"

"لیکن پولیس۔"

"تو وہ غم کرو۔ پولیس بھی تو معلوم کرنا چاہتی ہے کہ تم میری لمپٹ میں شامل کیے۔ میں نے خود ہی اس کی تصدیق کر دی تھی۔ آخر تم اس طرح پیسے کیوں پھر رہے ہو۔ یہ لوگوں میں سے کسی کا بھی ہوتا نہیں جو میرے ساتھ تھا۔ بقیہ لوگ یہاں ہیں۔"

"مجھے علم نہیں جناب! میں ایک پراسرار آدمی کی فوج میں تھا۔"

"بڑی عجیب خبر سنائی تم نے۔ تم فوراً نکلو۔ اب پولیس تم لوگوں سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کرے گی۔ میں نے پیسے سے لو پر تک سمجھوں کے دماغ درست کر دیے ہیں۔"

"تو وہ پھر میں آجی۔"

"نورا! کہہ کر علامہ نے ریمو کر نیل پر دکھ دیا۔ اس دن آنکھوں میں تشویش کے برقعے۔

دھن ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کسی کا ملاقاتی کارڈ تھا۔ علامہ نے اسے گردن بٹاتا۔ "یہ کدھر کے؟ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک نظر آتی تھی۔"

"آجی! آواز آئی۔ اس سے کہہ کر اور ملازم چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد گلہ رخ و ملازم کا سر منہ رت کیس میں کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"خوش آمدید کیون! علامہ مصافحے سے لے ہاتھ بڑھانے ہوئے اٹھا۔

"مجھے فیس ہے پر دیکھو کہ اس بار پھر تکلیف دینی پڑی۔"

"کوئی بات نہیں تشریف رکھئے۔"

"میں سات افراد میں سے چلانے پولیس سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔" غماض دیکھتا ہوا بولا۔

"میں ان کی کہانی حیرت انگیز ہے۔"

"یہ دنیا کی فون کال ابھی ابھی میرے پاس آئی تھی۔" علامہ مسکرا کر بولا۔ "وہ بھی کوئی

ذہن سلجھا رہا ہے۔ یہ سبیل نہ کہہ کیا آپ مجھے ان چاروں کے نام بتائیں گے۔"

"میںوں نہیں۔ ایک کام مابہ ہے دوسرے کا جیل تیسرا شامہ افضل ہے اور چہ تمام
تھیں..."

"اور جوں مجھے اپنی کہانی سناے آئے۔" پروفسر پر نظر لگے میں بولا "اب میں
اور پتھر رو جاتے ہیں۔" اس کا ہے "پ سے نہیں ملاقات ہو جائے۔"
"نہیں ان چاروں کی کہانی ایک ہی ہے۔" فیاض علامہ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔
طرف متوجہ نہیں تھا۔

انکے چہرے پر اکثرت کے آثار تھے۔ نہ اس سے کہانی سے کی فرمائش کی اور نہ پتھر اور
فیاض نے کھار کر کہنا شروع کیا۔ سن کا بیان ہے کہ کسی آدمی کی قید میں تھے۔ وہ
ہی ہے لیکن ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ حالات کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ
آدمی کی قید میں تھے۔ لیکن انہیں الگ الگ رکھا گیا تھا۔
"تہا کیے ہوئے۔"

"آج صبح شہر کے مختلف حصوں میں بے ہوش پڑے پائے گئے تھے۔ اس پر روشنی نہیں
کے کہ وہاں آدمی کی قید سے وہ جگہوں پر کیے غفل ہوئے تھے۔"

"تھے کہانوں کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔" علامہ نے بیرونی سے کہا۔ "بات، لیکن
موت سے شروع ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں انہوں نے کیا بتایا۔"

"اس سے زیادہ نہیں مانگے جتنا آپ مانگتے ہیں۔"
"تو میرا آپ کیوں آئے ہیں۔" علامہ کا لہجہ بے حد تنگ تھا۔

"تجے مانے کیلئے کہ وہ پتھر آدمی جن سے صرف آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ وہ ہاتھ
مخوب۔ تو ب کہانی اس بار پر جاری ہے۔"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"
"خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ میری ہی قید میں تھے۔ غور میں کسی کی وسالت سے نہیں

نے ہی رہے تھے کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ محض اس نے کہ یا لیکن اسے معاملے میں
سے ہاتھ نہیں چھوڑتا۔"

"میں کمال رویا آپ سے۔" فیاض اس کو بولا۔ "آج تک مجھے آپ نے میرے

میں میری طرف۔"
"میرے بھائی اس نے بھلیا ہے کہ میری بھائی پر بالکل ہی یقین کر لیں۔"

"پروفیسر جلیں۔" فیاض ہاتھ اٹھ کر بولا۔ "میں تو اس سے یہ تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھ
رہے ہیں وہ لے آئی سے متعلق گفتگو کروں۔"

"کی طبعیت کیا ہے انہوں نے۔"
"خوفناک چہرہ۔ پھونکی ہوئی بھڑکی ناک۔ سو فیس اتنی تھی کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا ہے۔

نہیں ہونا سرخ رہتی ہیں۔"
"نہیں۔ میں پسے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔"

"یہ داشت پر درود دیجئے۔" ماسی بیوی میں جھانپنے کوئی دشمن کوئی حریف ہو سکتا ہے اس
بنت سو نہیں رہی ہوں۔ لیکن پھونکی ہوئی بھڑکی ناک۔"

"خیر ہے... مجھے سوچتے دیجئے۔" علامہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"خوڑی دیکھ ناک اور ہونوں پر درود دیجئے۔ رہے کے بعد اس نے کہا۔ "نہیں کیٹھن کوئی

بہ ذہنی نہیں آتا۔"
"ہو سکتا ہے دو ایک ان بعد پڑ جائے۔" فیاض نے کہا۔

"علامہ تو امید نہیں۔ دراصل کیٹھن۔" میری آج تک کسی سے بھی دشمنی نہیں رہی۔"
"اور پھر کرے میں داخل ہوا اور جولا کے آنے کی اطلاع دی۔

"وہی رکا ہے۔" علامہ نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔
"ہو سکتا ہے میری موجودگی میں کھل کر گفتگو نہ کر سکے۔" فیاض بولا۔

"نہو مناسب سمجھیں۔"
"میں دوسرے کرے میں چلا جاتا ہوں۔"

"تھیک ہے۔" علامہ سر ہٹا کر بولا۔ "لیکن میرا خیال ہے ایسی جگہ چھپنا چاہئے آپ کو جہاں
آپ ہمارے گفتگو سن سکیں۔ یہاں اس پردے کے پیچھے چھپتے۔" فیاض اٹھ کر بتائی ہوئی

پتھر چلا گیا تھا۔
"یہ سب چوہہ ہم کی موجودگی ہی میں ہوا تھا۔ اس کے بعد علامہ نے اس سے کہا تھا کہ جولا کو

اور بھی دے! جو دے کے چرے پر ہوا نہیں لڑ رہی تھی۔ بیٹھے ہی اس نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ "میں نے آری کا علیہ دینا چاہا کہ وہ میرے پاس نہ جاتا تھا۔ اور کہانی سن کر ہر طرف غصہ نہیں تھی۔"

"آخر وہ میرے ہارے میں کیا مٹوم کرنا چاہتا تھا؟" ظار نے سوال کیا۔

"آپ کی مسرودہات کے ہارے میں آپ کے خطرات۔ خصوصاً شاکر دہان کے ہارے میں؟" "تم نے کہا نہیں کہ اسے یہ ساری باتیں میری لکھی ہوئی کتابوں سے بھی مٹوم ہو سکتی ہیں۔"

"میں نے کہا تھا۔" "لیکن جناب اس کی باتوں سے اب مٹوم ہو تا تھا جیسے وہ سمجھتا ہو۔" یا کہ کی موت میں آپ ہی کا ہاتھ ہو۔"

"یہ بھی پہلی بات ہوئی۔ خود پولیس کا بھی یہی خیال ہے۔"

"پولیس والوں کا دل بڑا چل گیا ہے۔ لیکن وہ آدمی میری کچھ میں نہیں آسکتا۔"

"ہو گا کوئی جہنم میں جائے لیکن تم نے، ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ رہائی کیسے نصیب ہوئی۔" "آج صبح آٹھ بجے کئی نو کھٹکوں کے ایک لٹ پاتھ پر چڑھا ہوا تھا۔ بولکھلا کر اٹھ بیٹھا اور گھر

رہا۔"

"تمہارے ساتھ اور کون تھا؟"

"کوئی بھی نہیں۔ اس کمرے میں بھی تھا تھا جس میں رہا گیا تھا۔"

"تم پر اس نے تشدد تو نہیں کیا؟"

"نہیں جناب! قطعی نہیں۔ مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بس کمرے سے باہر نہیں گیا۔"

"اس عمارت کے ہارے میں بھی کچھ اور آدمی لگائے تھے کہ کسی علاقے میں ہو سکتے۔"

"نہیں جناب! کمرے کی ساخت ہی ایسی تھی کہ باہر کا کچھ داخل مٹوم ہو سکتا۔"

"فرنیچر وغیرہ سے کم از کم اس آدمی کی حیثیت کا اندازہ تو لگا ہی سکے ہو گے۔"

"بے حد قیمتی فرنیچر تھا جناب۔"

"اس آدمی کو پہلے بھی نہیں دیکھا تھا۔"

"نہیں جناب! مجھے تو کبھی یاد نہ۔"

"اپنے علاقے کے قہارے میں جا کر بھی نہیں دے۔"

"بہت بڑا جناب۔"

"یعنی جلد ممکن ہو۔"

"جو وہاں کے لئے آٹھ گھنٹہ پر و فیروز نے اسے روکا نہیں تھا اس کے چلے جانے پر فیاض کے پیچھے بڑا آٹھ ہوا۔"

"میں نے اسے غلا مشورہ تو نہیں دیا لیکن؟" ظار نے پوچھا۔

"بہت مناسب۔ اور سوالات بھی غیر ضروری نہیں تھے۔"

"اس پر اسرار آدمی نے مجھے غرور کر دیا۔ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟"

"یہ پہلا موقع ہے کہ اس شخص میں ایسی کوئی بات ہوئی ہے۔" فیاض بولا۔

"جب میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔" ظار نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"غور پر و فیروز۔"

"یہ آپ کو اس پانچوں کی کہانی پر یقین کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں کوئی جواب دینا قلیل از وقت ہو گا۔"

"آپ کو یقین نہیں آیا؟"

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یقین کرے کی کوئی۔ کوئی وجہ ضرور موجود ہے۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔" فیاض مسکرا کر بولا۔

"تو اس پر اسرار آدمی کے ہارے میں آپ پہلے سے بھی کچھ جانتے ہیں۔"

"نہیں۔"

"نہیں کا شکر ہے۔ ورنہ میں تو یہی سمجھتا تھا کہ شاید آپ اسے میرا ہی تعقیب کردہ اور

لگے۔"

"میں ہی نہیں سمجھتا تھا۔ اچھا اب اجازت دیجئے۔"

"جائے آری ہوگی۔"

"نہیں تکلیف نہ کریں۔ بہت جلدی میں ہوں۔"

فیاض کے چلے جانے پر اس نے ملازم کو طلب کرنے کے لئے کھنٹی بجائی تھی اور کمرے کے
پہلے واقعہ آگسٹوں میں خوشی کے آثار گہرے ہو گئے تھے۔
ملازم سے آگے پر ہوا تھا۔ "ڈرائیو سے کچھ گاڑی کا لے۔ میں باہر جاؤں گا۔"



برتاؤ کو بھی سائیکلو میٹیشن ہی، جیسا تھا لیکن اس سے اب تک کی قسم کی قسم کی
کی گئی تھی۔ جس کمرے میں اسے رکھا گیا تھا اس میں کوئی داخل بھی نہیں ہو تھا۔ اس نے
خوش میں آجائے کی اطلاع عمارت کو پہنچادی گئی تھی۔ حادثہ سرکٹ ٹیلی ویژن پر اس نے گرد
جلا رہی تھی۔

فیاض نے عمارت کا قیام بھی سائیکلو میٹیشن ہی میں تھا۔ جہیں سے اس نے فون پر
سے رابطہ قائم کیا۔ اور دوسری طرف سے کسی بھیڑیے کی سی غرہت سن کر بے اختیار
"تم ہو کہاں غلیٹ میں تو قفل پڑا ہوا ہے۔"

"تمہیں مجھ پر نظر رکھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے کیا؟" عمارت نے سوال کیا تھا
"بیکور شیٹ کہاں ہیں؟"

"گھاس تو کتنے کھا گئے۔ میں کیا جانوں، تمہاری بیانی ساتھ کہ دوسرے
ہو گئے ہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔"

"کچھ جاسے کی فرمت ہی نہیں۔ کیونکہ آج کل تمہارے لئے تمہیں خریدنا پڑے گا۔
"کیا بکواس ہے؟"

"مافی تو گئے یا ہٹس کریمر۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم نے پراسیور دہشت کے شہداء کو کیا کیا؟
م نکش میں پوچھو تو شاید میری سمجھ میں آئے۔ آج کل پاسر کی کھل رہی ہے۔"

دور اور تمہیں مطلع کر دوں کہ تم اس فون کا سرواغ نہیں پاسکو گے جس پر میں مکتو کر رہا ہوں۔
چنے دھت سے کہہ دو کہ جگ نہ رہے۔"

فیاض فوراً ہی کچھ نہیں بولا تھا۔

"یہو! عمارت نے اسے لٹکا دیا۔"

"یہ بتاؤ کہ تم نے اس وقت مجھے کیوں فون کیا ہے؟" فیاض نے کسی قدر دہلی ہوئی آواز
سنا پونچھا۔

"تم معلوم کرنے کیلئے کہ اس مین کی موت کا سبب مل ہو جانے کے بعد تم کیا کر رہے ہو۔"

"بہت کچھ کرتا ہوں اگر تم وہ کچھ سوچو۔"

"میں نے صرف اس مین کے گھر والوں کو پور کرنے سے روکا تھا۔"

"اچھا اچھا! میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"فیاض! بالکل نامکن ہے۔"

"خیر ف کا کیا تھا۔ تھا۔"

"میں نے اسے ایک ایسی عمارت میں پہنچا دیا جہاں پہلے سے ایک قائم رہا تھا۔ کیا اس کا
ہاں تمہاری نظروں سے نہیں گذرے؟"

"میں اصل واقعہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

اصل واقعہ یہ ہے کہ سب کچھ بکواس ہے اس کی جگہ پر ایک پراسیور رکھی بیٹھ گئی تھی۔ جس
جگہ سے بڑی سی گئی۔"

"تم کسی بڑی مصیبت میں پڑے والے ہو۔"

"جب سے پیدا ہوا ہوں چھوٹی مصیبت تو کبھی خواب میں بھی نہیں نظر آئی۔ اب تم بتاؤ کہ
مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔"

فیاض نے علامہ کے ان پانچوں شاگردوں کی کہانی شروع کر دی۔ جن کے بیان کے مطابق
میں پراسیور آدمی کی قید میں رہے تھے۔

عمارت نے اختتام پر قہقہہ لگا کر کہا۔ "وہ علامہ ہی کی قید میں رہے تھے۔ تاکہ وہ خود کو بے
عزت کر سکے۔"

"میت دور کی کوڑی نہیں لائے ہو۔" قاضی سر دلچسپی سے بولا۔

"تو پھر وہ کس کی قید میں رہے ہوں گے۔"

"سو فیصلہ تہددی حرکت معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا میرا حیلہ ان کے تائے ہوئے طریقے سے مطابقت رکھتا ہے۔"

"تم ذاتی طور پر ان کے سامنے آئے بغیر بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہو۔"

"شیخ اور پیری کی واپسی نہیں ہوئی۔" عمران نے پوچھا۔

"تم بہتر طور پر جانتے ہو گے۔" حکمران کہتا ہوں کہ مجھ سے مل لو تو مجھے ان کے بارے میں پتہ چلے گا۔"

"میں تمہیں اصرار دیتے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہوں۔" حکمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس نے دراصل اس نئے قیاس کو فوں کیا تھا کہ ان پانچوں کے بارے میں رپورٹ ملے گی جہیں اس نے آکر لکھا تھا۔

اپنے کمرے سے نکل کر وہاں کمرے کی طرف چل چکا تھا۔

وہ ستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ ناشتے کا سلاں میر پر بدستور رکھا ہوا تھا۔ شاید اس نے اسے ہاتھ لگی

نہیں لگایا تھا۔

"تم آخر خود کو سمجھتے کیا ہو۔" عمران کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران اس وقت صحنہ

میں نہیں تھا۔

"بہنیں رہو۔" عمران بانٹھ اٹھا کر بولا۔ "یہاں ولی تہددی چیزوں کی طرف توجہ نہ دیں۔"

دسے گا۔

"تمہیں سمجھتا ہے گا۔" وہ سے گونہ دکھاتا ہوا چلا گیا۔

"سمجھتا ہوں گا۔" لیکن اس سے پہلے تھوڑی سی گھٹک ہو جائے تو کیا ہر جگہ ہے۔

"کیسی گھٹک۔"

"شہزادہ سے متعلق۔" عمران اس کی نگہوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ کیا کہہ رہے ہو۔"

"شہزادہ کی انگریزی پڑھائی کی۔"

"مجھے جانے دو۔ ورنہ شہزادہ کا منہ بند کر دیا جائے گا۔"

"کون بتائے گا۔ تم خود تو یہاں دھرمے ہو گے۔"

وہ کہہ رہا تھا۔ البتہ اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتے جا رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"پتہ کیا ہو۔"

"میرا شہزادہ سے کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ میں تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے تھا جس سے شہزادہ کو

بے درکار ہونا چاہیے۔ یہ کہ وہ اس کی فائن کا آدمی نہیں ہے۔ یونیورسٹی کا پروفیسر ہے۔"

"کیا یہ شہزادہ کوئی بد معاش ہے؟" شہزادہ نے بولے بولے پوچھا۔

"نہیں اس لئے تو ہمیں تکلیف دی گئی ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے بد معاش سمجھتے ہو؟"

"نہیں۔" تم سوشل ورکر بھی ہو سکتے ہو۔ لیکن اس سے تمہاری بد معاشی پر کوئی اثر نہیں

ہے گا۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"جس لفظ سے توہین کی جو آہی ہو اسے تمہارا کارڈ سے خارج کر سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض

ہو گا۔"

"پھر کہتا ہوں مجھے چاہے دو۔"

"پھر جس یا میں نے اچھے شہزادہ کا پتہ چاہئے۔"

"اگر میں اس نام کے کسی آدمی کو جانتا ہوں تو شہزادہ سے بتا دوں گا۔"

"وہ تمہارا پاس بھی تو ہے۔"

"واقعی حلقہ دار سے ہو۔" انہیں اس کا بھی علم نہیں ہے کہ میں کسی غلام میں حور اپنا

دراہم رکھتا ہوں۔"

"اس کارڈ سے میں بخوبی واقف ہوں۔"

"پھر کیوں میرا کارڈ وقت صاف کر رہے ہو۔"

"شہزادہ! تم اس دھم میں نہ پڑنا کہ تمہارے پاس لی رسانی یہاں تک ہوئے گی۔" میر

اپنے حد سناٹا تھا کہ ہے۔"

"میرا کوئی پاس نہیں ہے۔"

"تو میرے ہائی گارڈ کی جگہ تم ہی نے توڑی ہوگی۔ اس لئے تم بھی اس قلعہ سے گزرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"جانتی تھی کہ تم کیا کر رہے ہو۔"

"تم ابھی طرح بھیجے ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں۔" غصہ اس کا مزید ثبوت دے کر ہوں کہ تم میری باتیں بخوبی سمجھ رہے ہو۔"

اس نے اتر کو کم کا سوچا تو ان کے کسی کو مخاطب کیا۔

"میں دونوں کو کمرہ نمبر گیارہ میں پہنچا دو۔"

برہمڑ ٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ لیکن عمر بن کے چہرے پر لا تعلقی کے نشانات تھے اور کچھ نہ مل سکا۔ گویا اسے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں کون ہو گئے۔ جنہیں طلب کیا گیا۔

توڑی دیر بعد دروازہ کھلا تھا اور وہی دونوں اندر داخل ہوئے تھے۔ جنہوں نے جوزف کا ہاتھ لیا تھا۔ ان کے پیچھے ایک آدمی اسٹین گن لئے چل رہا تھا۔ برہمڑ کو دیکھ کر وہ دونوں بیک وقت چوٹیں اٹھائیں اور ہائی گارڈ کی آنکھوں میں ہلکی سی سیکنی نظر آئی تھی۔

"میں غصہ نہیں کر رہا ہوں۔" عمر بن نے ان دونوں سے سوال کیا۔

"نہیں۔" ان میں سے ایک ہلکاپن "برہمڑ صاحب ہیں۔"

"لیکن میں ان کو نہیں جانتا۔" برہمڑ نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ غلط ہے۔" وہی آدمی بولا۔ پہلے ہم آپ ہی کے پوتے میں تھے جناب۔ پھر اس نے ایمر جنسی اسکوٹ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔"

"مگر میں اسی پاس کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں۔" عمر بن طویل سانس لے کر بولا۔ "میں کے کسی پوتے کے نام سر رہا ہوں۔"

برہمڑ نے قبر آور نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔

"تم آخر کون مسعود کرنا چاہتے ہو۔" اگر تمہارے ہائی گارڈ کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے تو اس کا معقول علاج کرو۔ اس کا تم کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"تم قلعہ کی حفاظت میں حاضر ہو کر عرض کرنا چاہتا ہو کہ میری

جگہ بھی توڑ دے۔"

"اس سے پہلے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم چاہو تو ہائی گارڈ کے نقصان کا ازار معقول رقم سے کرا سکتا ہوں۔"

"طالعہ دہشت کو چاہتے ہو۔"

"مہم سنا ہے۔"

"تمہارے پاس سے اس کا کیا قلعہ ہے۔"

"پاس سے اس کا قلعہ۔" برہمڑ نے کہا۔ پھر اس نے بولا۔ "یقیناً تم کسی قلعہ فنی میں رہا ہو۔"

"مجھے شہر کا پتہ چاہئے۔"

"آج بھی بات ہے۔ پہلے تم اس دونوں سے پوچھو۔ کیا یہ جانتے ہیں کہ اس کہاں رہتا ہے۔" یہ تو نہیں جانتے۔"

"حالانکہ اسی کے ایمر جنسی اسکوٹ سے متعلق ہیں بالکل اسی طرح میں کسی پوتے کا سر رہنے کے باوجود بھی اس کی قیام گاہ سے لاعلم ہوں۔"

عمر بن نے سڑک سٹرا آدمی سے کہا۔ "میں دونوں کو واپس لے جاؤ۔"

برہمڑ کے چہرے پر نظر آنے والی توانائی رخصت ہو چکی تھی۔ وہ ان دونوں کو کمرے سے باہر بھجوا رہا تھا۔

"میں آرام سے بیٹھ جاؤ اور ناشتہ کرو۔" عمر بن رسم بچے میں بولا۔

"خواہش نہیں ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" اوپر سے کیا تم بتا سکتے ہو کہ شہر کہاں ہے؟"

"پاس کو بھی نہیں معلوم۔" اس کے بیان کے مطابق وہ 'چاک' کہیں غائب ہو گیا ہے۔" کہیں وہ بھی تو تمہاری قید میں نہیں۔"

"میری قید میں پہنچنے سے پہلے ہی اسے پاس کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔"

"نہیں۔" برہمڑ ہلکا کر گئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں جہیں اس کی لاش رکھا سکتا ہوں۔" لاش میرے ہی قبضے میں ہے۔" عمر بن نے کہا۔

اور شہرہ کی پہلی سانسے لگا

برادر چنہ "پہاوار میں کے چہرے پر پائی جاے دہلی سر، جنگی جھک اور گہری ہو گئی تھی
عمران نے جھوٹا ہوجانے پر بھی ہنسنے لگا۔

عمران نے چائے دہلی پر سے فی کوری ہٹائی اور ایک کپ میں چائے اڑھلنے لگا۔ پھر
کپ برادر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ "موجودہ۔"

برادر نے کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"تو دور ہے؟" عمران نے۔ "آپے آدمیوں کو عطر لگانے کے لیے وہ نہیں
"میں اس حد تک بھی نہیں سمجھتا تھا۔" برادر نے ہنسنے لگا اور اس نے

چائے کے شہرہ کی ہاتھوں سے دھو لیا۔

"یہ چائے برادر؟ میں دیکھتا ہوں اس کی لاش نہیں اٹھائے پڑتا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"میں بھی تمہیں اس کی لاش دیکھا ہوں۔ مگر وہاں سے رکھی ہوئی ہے۔"

برادر نے چائے کی پیالی میں پھر رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ بہت ٹھیک ہے۔ عاتق کوئی بھی
حادثہ وہاں رہتا ہے۔ کوئی توں ہر بھی نہیں دیکھا تھا۔ ہم اس سے راس میں پڑا
کرتے ہیں۔"

"وہ لوگ کون ہیں۔ جن کے پاس میرا آدمی ڈھنسی مر رہا تھا لے جایا تھا۔"

"یقین کرو کہ میں انہیں بھی نہیں جانتا۔ اسی نے کہا تھا کہ اگر تمہارا کوئی آدمی ہاتھ آجائے۔"

تو وہیں پہنچا دیا جائے۔ میں نے اس عورت کو ہلکا ہار دیکھا ہے۔"

"مجھے یقین ہے۔ میں تمہاری ہر بات پر یقین رکھتا ہوں۔"

"شکر ہے۔" برادر نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تو بھی بتاؤں کہ مجھے شہرہ کے بھوت

چاہا کیا ہے۔"

"کیا تم اپنی داہنی پسند کر کے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"پھر تمہارا کیا کیا جائے۔"

"مجھے نہ ملے گی نہ ملے گی۔"

"شہرہ کا چہرہ عظم کرنے کے لیے۔"

"اس طریق کار کو ترک کر دو۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ شہرہ بہت تھکا ہے۔ وہی بھی اس کا
چہرہ نہ جانتا ہوگا۔"

"اب میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

"اور یہ بھی بتاؤ۔ اس کا کوئی بچہ نہیں دکھا سکتا۔ اگر وہ سنجیدگی سے تمہارے پیچھے پڑے
تو تمہارے آپ کا ہمدردی کا سہہ آئے گا۔"

"آپ کا تو نام ہی نہ ہو۔ ہم اپنا ہی نام پورا قدم دیتے ہیں۔"

"بہت اچھے آپ نے لوگ اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ ان سے یہ یوسف کا چہرہ ہی نہیں
مٹائی کی سنی ہے۔ ایک بڑے کو شکم کا ایک ڈیٹنگ گھر ہے۔ اتنے۔"

"شہرہ میں اس دونوں سے واقف ہوں لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ دوسری کے لئے کام
کرتے ہیں۔ یقیناً وہ حیرت انگیز ہے۔ پتا نہیں تب سے اس عرصے میں ہے۔ اور اب مجھے اس کا

مجموعہ ہے۔"

"تم ان کا پتہ نہیں جانتے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اپنے بارے میں بتاؤ کہ اب تمہارا کیا ہو۔ داہنی کے قتل کے بعد
یہ کہہ کر تمہارے انوکھا کام ہو چکا ہوگا۔"

"مجھے تو اب یہ ملک ہی چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"تو پھر دیکھو گے شہرہ کی لاش۔"

"کیا روں گا دیکھ کر۔ مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔"



صہرہ شہرہ میں پڑ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں رہا تھا کہ اب کیا ہوگا چہرہ نہ جانتا
ہے۔ ایک سال پہلے اس ہی سے ملاقات ہوئی تھی اور وہی طرح اس کے انہیں پر ہر گز

اور وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ یکٹ کو وہ تو ایک شیشی برآمد ہوئی جس میں سیلیم
کاڑھا سیال بھرا ہوا تھا۔ شیشی کے ساتھ ہی ایک پرچہ بھی تھا جس پر تحریر تھا۔ "چرا
ایکٹر یکٹ... سگریٹ پر اس کی ایک گہرے کھینچو اور لطف اٹھاؤ۔ جروری سے کام لیا تو اسے معلوم
کے لئے کافی ہو گا۔"

لیکن اس نے تو شاید فون پر ایک ہفتے کی بات کی تھی۔ پھر یہ اتنے دنوں کا انتظام کیسے کر
وہ سوچتی رہی۔ ساتھ ہی پرچے والی ہدایت پر عمل بھی جاری تھا۔
سگریٹ کے پہلے ہی کس نے آنکھیں روشنی کر دیں اور اس کا دل بھر سہلانی کے
ہوردی کے جذبے سے لہریا ہو گیا۔ لیکن وہ سگریٹ ہاتھ میں لئے ہوئے اس کے قریب کر
جاتا چاہتی تھی۔ اب اسے یاد آ رہا تھا کہ کتنے زور سے اس نے اس کا گلا دیا تھا اور جیت پر کھینچ
تھا۔ سگریٹ کے اڑھیا جانے پر وہ فواد کی چٹان یاد آئی جسے وہ گورا کے نام سے جانتی تھی۔ سہلانی
جسم میں لہریا دوڑ گئیں۔ نشہ دو چند ہوتا محسوس ہوا۔

لیکن... لیکن... وہ پھر پلٹا کیوں نہیں؟ یہاں جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں اس کا تو
قصور نہیں تھا۔ پھر وہ کیوں نہیں آیا کوئی فون کال بھی نہیں آئی۔

کیا اب وہ نہیں آئے گا۔ اور اس کے ہاتھوں تو سنا بھی گوارا ہو گا۔... وہ چٹان...
گراں... آخر وہ اس پی سی سہلانی کو کیسے برداشت کر رہی ہے... اسے اٹھینڈ یاد آ گیا۔ وہ سہلانی
کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ کبھی کبھی چھوٹی موٹی چوریوں کرتی۔ ایک بار ایک جڑیل اسٹور پر نا
صاف کر رہی تھی کہ بکڑی گئی۔ پولیس کے حوالے کی جانے والی تھی کہ وہاں بھر سہلانی بیٹھی
خاصی بڑی رقم دے کر اس نے اس کی جان چھڑائی تھی۔ اور پھر دونوں ایک دوسرے سے
لگے تھے۔ وہ اس کی مال ادھو بھی کرتا تھا۔ اور پھر ایک دن سہلانی نے شادی کی تھی۔ خوش
تھی... کاش وہ مطلق نہ ہوتی۔ اب اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ محبت نہ تھی۔ وہ اس کی
ضروریات پوری کرتا اور وہ اسے ذاتی اور جسمانی سکون پہنچاتی تھی۔ حقیقتات اس سے زیادہ
تھی۔ لیکن وہ اسے محبت کبھی نہیں دے سکتی... ناپختہ کاری... یہ تو اب کچھ میں آیا تھا۔
چارہ سہلانی...! بے چارہ اور بے بس... اس وقت تو اس نے بہت ہی بے دردی کا مظاہرہ
تھا۔ کس زور سے کھٹتا اس کے پیٹ پر مارا تھا۔ چل کر اس سے کم از کم اظہار محسوس تو کر دیتا

ہاتھ اسگریٹ کو اٹش کرے میں مسل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ راہداری میں بیٹھی تھی۔ لیکن اب
سہلانی وہاں نہیں تھا۔... پھر وہ سبک دوش کی طرف بڑھی۔ ابھی دروازے میں قدم بھی نہیں
تھا کہ گردن پر قیامت ٹوٹی۔ بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے شانوں پر کوئی مہتر آگرا ہو۔ ذہن فوری
در اندھیرے میں ڈوب گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ فرش پر تھی بے حس و حرکت۔!

اب جیسا کہی رہی۔ "سہلانی کی آواز راہداری میں گونجتی تھی۔ کبھی وہ بے ہوش تھیلہ کی
طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی اس کو زنی رول کی طرف جہاں اس نے ذاتی مٹی میں بکڑا ہوا تھا۔
ٹھیک اسی وقت تنگ روم میں فون کی ٹھنکی بجی تھی اور وہ تھیلہ کو وہیں چھوڑ کر کال ریسیور
کرنے دوڑ گیا۔ اور ریسیور کریڈل سے اٹھایا تھا۔

"ایڈوکیٹ سہلانی کی قیام گا۔" اس نے ہاتھ جیس میں کہہ

"سز سہلانی پلینز۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ... تم ہو سور کے بیچے۔" وہ دانت قہقہ کر بولا۔ لیکن جواب میں اس نے ایک
انتہائی ساقبہ سنا تھا!

"شٹ اپ۔" وہ مطلق چھڑ کر دھڑا تھا۔ لیکن قہقہ کی طوالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔
"میں کہتا ہوں کہ اگر اب تم نے اور کار کا کیا تو زندہ نہ چھوڑوں گا۔" سہلانی نے جج کر

"کس حکیم نے یہ عورت تھیلہ سے نیچے میں لگے دی تھی۔" دوسری طرف سے آواز آئی
تھی۔ اور سہلانی نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا!



عرصہ کی کار سڑک پر فرارے پھر رہی تھی اور وہ کار کے ریڈیو پر موسم کے بارے میں پیشین
گاہیں سن رہا تھا۔ اس وقت اس میک اپ میں تھا جس میں برادر سے مذہبیز ہوئی تھی... دفعتاً
کسی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ہائیں ہاتھ سے ٹرانس میٹر نکالا۔ جس سے آواز
اُسی تھی۔ "ہیلو... ایکسو... صدیقی کا ٹکٹ ایپلو ایکس ٹو... صدیقی کا ٹکٹ۔"

"کیس لو....؟" عمران فریاد

"وہاں وقت کرہ نبردو سو گیا وہ میں سوچو ہے۔" فرانس میلو سے آواز آئی۔

"تھیں یقین ہے۔"

"آپ کے بتائے ہوئے طبقے والا آدمی ہے اگرہ نبردو سو گیا وہ پچھلے دو دنوں سے ایک ہی آدمی

کے قبضے میں ہے، جس میں اس کا نام عبد الحکوم درج ہے۔"

"قد آور ہیں.... اور دیکھی....؟" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں.... یہی معلوم ہوا ہے۔"

"تمہارے ساتھ اور کون ہے۔"

"وہ اور ہیں۔ وہ دونوں کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں اور میں عمارت کے باہر سے آپ سے

مقابلہ ہوں۔"

"تمہیک ہے.... وہیں غمزدہ.... نعمانی سے مشابہت رکھنے والا آدمی وہاں کھینچ رہا ہے۔ اس

طرح تم چار ہو جاؤ گے۔ اس کے مشورے پر عمل کرنا۔"

"بہت بہتر جواب....؟"

"گورڈ رائڈ آل" کہہ کر عمران نے فرانس میلو جیب میں ڈال لیا۔ تو وہ اب بھی کتنی غمزدہ

کے اسی کمرے میں ڈاکا ہوا ہے جہاں تھمہانے آخری بار اس سے ملاقات کی تھی۔ عمران نے سو

اور ریل پو کا سوچ آف کر کے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

کتنی منتقل کے لان ہی پر لیفٹیننٹ صدیقی سے ملاقات ہوئی۔ اور نعمانی سے مشابہت کی

پر وہ سے پہچان گیا تھا۔

"چوہان لا رہو یہ کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں۔" اس نے اطلاع دی۔

"کہاں سے۔"

"کمرے کے آس پاس ہی ہیں۔"

"کمرہ کس منزل پر ہے۔"

"پانچویں منزل پر۔"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہارے جانے پر کڑی سے چھانچ بھی لگائے گا۔"

"وہ نہ سمجھے۔ چلے۔"

"کہاں چلوں۔"

"جہاں سے گھر ہے۔"

"پہلے میں جو پلٹن دیکھوں گا۔" عمران نے کہا اور وہ عمارت کی طرف مزے ہی تھے کہ

تور دکانی دیا۔ بڑی تیزی سے انہی کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

"تمہاں کر دیا۔" وہ قریب پہنچ کر ہاتھ ہوا بولا۔ "وہ تو کوئی مولوی یا صوفی ہے! کہیں جانے

کے لئے کمرے سے نکلا ہے۔"

"صوفی یا مولوی عبد الحکوم۔" عمران کر دیا۔ "میں میں تم سے کس نے کہا تھا کہ وہ یہاں ہے۔"

"بیلو وٹرنے بتایا تھا۔ وہ ایک سفید کام غیر ملکی ہے۔" صدیقی بولا۔

"اُسے تو ہر بڑے ہاؤس اور ڈائری والا ہی ہی لگے گا۔"

"وہ دیکھو.... وہ رہا۔" تو نے نے بانٹیں جانتے دیکھ کر کہا۔

جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ شہر ایک قد آور اور جسم آدمی تھا۔ کتنی ڈال می بھی تھی

بے لے ہاں بھی تھے۔ لیکن ہاؤس پر غماز بر اعصاب تھا۔ اظہار پر شیر دانی تھمہ دانی پر سید

شم کی مہا.... شاہانہ انداز میں چلا ہوا ایک لمبی سی سفید کادری طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر چوہان بھی

دھانچا لیا۔ جو اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

"کچھ بھی ہو.... میں تو قاتل کروں گا۔" عمران پارکنگ پلاٹ کی طرف بڑھا ہوا بولا۔ ان

تھان کے پاس موٹر سائیکلیں تھیں۔

"ہم بھی آ رہے ہیں...." صدیقی نے کہا۔

عبد الحکوم کا قاتل شروع ہو گیا تھا۔ ان کی موٹر سائیکلیں عمران کی گاڑی کے پیچھے تھیں۔

نعمانی ہی رہے بعد عمران نے انداز کر لیا کہ اگلی کار والے کو قاتل کا احساس ہو گیا ہے۔ کیونکہ

ان سے شہر کی مختلف سڑکوں کے پوچھی ہے مقصد پھر سے شروع کر رہے تھے۔ ایسا کرنے کے

ان میں شاید وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

اور پھر اس نے اپنی راہ عمل متعین کر لی تھی۔ کیونکہ اس کی گاڑی اب دھرم دھرم سڑکوں پر

گھس رہی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران کو پتہ چلی آئی.... یہ قاتل نہیں بلکہ قاتل کرنے والوں کا

بلوس تھا۔ جلدی میں عمران ان تینوں سے کہہ نہیں سکا تھا کہ وہ اپنی موٹر سائیکلیں استعمال کر کے
کی بجائے اسی کی گاڑی میں آجائیں۔

مورخ غروب ہو چکا تھا۔ لیکن اتنا اندھیرا نہیں تھا کہ وہ عقب نما آئینے میں ان تینوں کی
دیکھ سکتا جو لاکھ بٹائے ہوئے اس کی گاڑی کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ انکی پار اس نے گڑی سے
ہاتھ نکال کر انہیں آگے بڑھنے کا بھی اشارہ کیا تھا۔ لیکن یا تو وہ سمجھے نہیں تھے یا اس کی طرف
کی توجہ ہی نہیں تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ ان میں سے کوئی آگے نکل آئے اور انکی گاڑی کی روٹی
رکاوٹ بننے کی کوشش کرے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

انکی گاڑی بندرگاہ کے علاقے کی طرف جانے والی سڑک پر ہوئی تھی۔ یہاں لہذا ٹریفک کم تھا
اور پھر اچانک انکی گاڑی اس میدان میں مڑ گئی جہاں ٹریفک پولیس کا عمل زیر تربیت
ذرائع وروں کا امتحان لینا تھا۔ خاصا وسیع میدان تھا جو اس سڑک کے کنارے سے ساحل سمندر
تک پھیلا ہوا تھا۔ اقلیتی غیر متوقع حرکت تھی۔ جب عمران گر جاتا تھا تو ان تینوں کا کیا حال
ہوا ہو گا۔۔۔ غیر ملکی طور پر عمران نے بھی لاہری اسٹیرنگ جھماکی۔ انکی گاڑی میدان میں
کر طوفانی رفتار سے ساحل کی طرف بھاگی تھی۔۔۔ یہاں موٹر سائیکلوں کی منظم دوڑ بھی
ہوتی تھی کا فکار ہو گئی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے جنگی کتوں نے کسی خرگوش کو دوڑایا ہو۔

عمران ابھی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ انکا قدم کیا ہونا چاہئے کہ اچانک انکی گاڑی اسکی طرف
پلٹ پڑی۔۔۔ ایسا مظلوم ہونا تھا جیسے بھرپور ٹکر مہم کرنے کے لئے جلی ہو۔۔۔ موٹر سائیکل
تیز تر تو پہلے ہی سے تھیں اس غیر متوقع پوزیشن نے انہیں اور زیادہ گزرا کر دکھ دیا۔۔۔ عمران
نے بڑی صفائی سے سفید گاڑی کی ٹکر سے اپنی گاڑی کو بچایا تھا۔ لیکن پھر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ
ایک ذریعہ مست دھماکہ ہوا۔۔۔ انکی گاڑی اچھل سی پڑی تھی۔ پورے بریک لگائے اور آہستہ
آہستہ اسکی گاڑی سے باہر چلا گیا۔ لگائی تھی تھوڑے ہی قاصیلے پر دھوکے کا کثیف بادلوں کا
تھا۔۔۔ اور وہ کسی کی جھپٹیں ہی تھیں جو دوسرے دھماکے میں گھٹ کر رہ گئی تھیں۔۔۔ ایک
سے اور دھوکے کا قہم مر غولہ اٹھا تھا۔

عمران ایک ایک کو آدھریں دھارہ بھر بیک وقت دو آدھریں نے پکارا تھا۔

سمجھو۔۔۔ غور۔۔۔ لیکن سنانے میں صرف موٹر سائیکل کا شور کو بھرا ہوا۔

عمران ملحق پھاڑ کر چیخا۔ "کیا ہوا! کیا بات ہے۔"

سمجھو۔۔۔ یہ چوہان کی آواز تھی۔

عمران آواز کی سمت پلکا۔ لیکن گہرے دھوکے کی وجہ سے کچھ بھائی نہیں دینا تھا۔
سمجھو۔۔۔ "تو صدیقی کی آواز تھی۔۔۔ مولوی یا مولوی عبدالغفور دو دھوکے ہی ہم پیچھے کر
دیکھ نکل گیا تھا۔۔۔ بدقت ہم۔۔۔ عمران ہن دو دھوکے ہی نکلے لیکن غور! غور! کہیں
ایک موٹر سائیکل کے انجن کی آواز بھی سنانے میں گونج رہی تھی۔ وہ تینوں آواز کی سمت
پلکا۔۔۔ اور پھر انہیں ایک جگہ غور کی موٹر سائیکل پڑی دکھائی دی جس کا انجن بند نہیں
تھا۔۔۔ غور اس کے نیچے تھا عمران نے جیب سے فیل مارچ نکال دیا۔

غور کی سانسیں جلی رہی تھیں لیکن پورا جسم لہو لہان تھا۔ بہت احتیاط سے اسے موٹر سائیکل
کے نیچے سے نکالا گیا۔ وہ خاموش تھے۔ اور غور کی موٹر سائیکل چمچے ہادی تھی۔